زور قلم سجاد حسین مرحوم کسمنڈوی

منصور حیدر راجہ

حیات شیخ علی حزین

شیخ صاحب کے شہرۂ آفاق کارنامے سوانح عمری کا رنگ نرالا ہے۔ ہیومر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ظرافت میں ڈوبا ہوا ہے

حسب فرمایش

منیجر کتاب والی کوٹھی لکھنؤ

صرف ناظر حسین صاحب

باہتمام بابو کدارناتھ صا

نیا ایڈیشن ہندوستانی پریس لکھنؤ میں چھپی قیمت عہ

زور قلم سجاد حسین مرحوم کسمنڈوی

حیات شیخ چلی

شیخ صاحب کے شہرۂ آفاق
کارنامے سوانح عمری کا رنگ
نرالا ہے - ہیومر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ظرافت
مین ڈوبا ہوا ہے

حسب فرمایش

منیجر کتب والی کوٹھی لکھنؤ
صرف ٹائیٹل پیج حسب
باہتمام بابو کدارناتھ صا
نیا اڈیشن ہندوستانی پریس لکھنؤ مین چھپی قیمت عہ

شیخ صاحب کا فوٹو ملاحظہ ہو
ہنستے ہو کیا تم صورت پاک جناب
یہ بڑے پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

ہندوستانیون مین ایجاد کا مادہ ہی نہین۔ غلط؟ تقلید اور نقل مین کمال ہے
نیم غلط!! پہلی بات اسلیے غلط کہ ہمارے اسلاف بڑی بڑی باتون کے موجد
ہوئے ہین۔ یہ دعویٰ بے دلیل بھی کبھی ثابت تسلیم کیا جاتا ہی!! دوسری بات
نیم غلط یون ہوئی کہ ہم نے تقلید اور نقل مین ضرورت بے ضرورت کا کبھی بھول
کے بھی لحاظ نہین کیا۔

ایک میرے عنایت فرما چمچہ کانٹے سے شریفہ کھاتے تھے ایک اور جنٹلمین کے
خاصہ پر صرف دال روٹی کے ساتھ چھری کانٹا ضرور میز پر لگایا جاتا تھا چھری
زنگ آلود۔ کانٹا میلا سیاہ۔ ایک برہمن عنایت فرما کو میز پر
لکھنے کا شوق تھا۔ مگر بجٹ مین میز خریدنے کی گنجایش کہین سے نہ نکلی۔ تو خیرہ
کا صندوق اُلٹ لیا اور دھوتی اُڑھا دی۔ سامان آرایش مین ایک بیل
کی گھنٹی (کال بل) دو عدد لوہے کے قلم۔ اور بہت سیاہی پیئے ہوئے جاذب
کا ایک ورق۔ ہان بھول گیا ایک تاسدانی بھی تھی۔

ایک فیشن ایبل افسر نے یورپین معاشرت مین کمال سلیقہ حاصل کر لیا تھا
مگر رنگ کالا تھا۔ اور بہت کالا۔ ہر طرح کے صابن نے جب جواب دیا تو بیچارے
مہینون بلکہ برسون آدھا بیسٹ کھانا کھاتے رہتے تاکہ اتنا ہت سے چہرے

پر کچھ تو زردی آجائے۔

لباس میں جسقدر تقلید کی مٹی پلید ہوئی ہے اسکا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ گرمیوں میں ڈبل ٹوئیڈ کا کوٹ پتلون پہننا اور سر پر لگالی ہیٹ بس کچے آدھے سڑی ہوگئے۔ دماغ پر بخرے چڑھ جانا دلگی نہیں ہے۔

اس سے بھی بڑھکے پچھے کھڑک کی جو چڑھنی ہے تو پردے نامعقول پر اتارے ہوگئے۔ بیویوں کو باہر نکالو۔ بہنوں کو یاروں کے ساتھ پبلک گارڈن جانیدو۔ بیٹیوں کو دوستوں کے ساتھ تھیٹر بھیجو۔ اور پھر دیکھو کیا بھیروں ناچتا ہے۔ تہذیب اور تقلیدی تہذیب کا اس سے زیادہ کھرا مال ولایت سے آجتک ہندوستان میں نہیں آیا۔

حسن معاشرت کی تقلید اور نقل تو یوں ہوئی۔ لیاقت کے دریا الگ بہا دیئے گئے یورپ میں نیچرل شاعری ہے ہم نے بھی مدار کے درخت اور دیہاتی دوشیزہ لڑکی اور برسات کا حال نیچرل نظم کیا ہے۔ بس عین میں مدار کا درخت سامنے کھڑا ہے۔ اور دوشیزہ لڑکی کو پر کی ٹوکری لا رہی ہے اور پانی تو برس جانے میں گفتگو ہی نہیں۔

ذری اور گرمی چڑھی تو ناول لکھے اور اتنے لکھے اتنے لکھے۔ کہ اب انکی انگلیاں سُلگیں۔ اور بیماری جدا نوش جان فرمائیں۔ تب بھی دو چار کرور برس تک پچکنے والے نہیں۔

ناول کے ساتھ سوانح عمریوں کا جم جو چھوٹتا ہی تو مجہول سے مجہول اور گمنام سے گمنام آدمی کو بھی نہ چھوڑا۔

میں نے کہا کہ یورپی معاشرت کا تو مجھے سلیقہ قیامت تک نہ آئیگا۔ مگر لکھا پڑھا ہوں۔ بس کچھ مضامین اخباروں میں دیدیئے۔ نیچرل نظم بھی اودھ پنچ میں شائع ہو چکی ہے ایک ناول لکھ ڈالا جسکو نشتر کہتے ہیں۔

سوانح عمری کی کسر تھی مگر کوئی ڈھب پر نہ چڑھتا تھا۔

جتنے ولیم لے آئے انکے کسی کو چین کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ نصیر الدین حیدر دہلی

سلہ مطلب یہ کہ اپنے یاروں کے ساتھ۔ خدانخواستہ اُنکے یار کہاں سے آئے۔

دھنیا بھری کا طرز زندگی کچھ زیادہ اچھا معلوم ہوا۔ ملا دو پیازہ کے حالات ایک اور ہی صاحب لے اڑے۔ تان سین خدا جانے تھا بھی یا فرضی نام ہے۔ سورداس کا بھکارہ بارہا سنا مگر اُسکی زندگی اور خاندانی خصوصیات پر آجتک پردہ پڑا رہا۔ دکن میں نرسو نام کا ایک آسیب ہی جو سارے گھروں میں منڈلاتا پھرتا ہے اور بلا مبالغہ ہر گھر میں وہ کچھ نہ کچھ تکلیف پہونچاتا رہتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اسکی اتنی حقیقت بھی نہ دریافت ہو سکی جتنی شیخ سدو کی۔

الغرض میں نے راس کماری سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک اور خلیج بنگالہ سے بحر عرب تک چپہ چپہ ڈھونڈھ مارا۔ کوئی نہ ملا جسکی سوانح عمری لکھتا۔ یوروپین آلو فروش اور سور چرانے والے بہت دور ہیں وہاں کون جائے۔ بڑا دلگیر ہوا کہ یہ تو بہت بری ہوئی ہماری لفاظی میں بٹہ ہی لگا جاتا ہے کیا منہ دکھائینگے انگریزوں کو۔

خدا کا شکر ہی کہ پھیر دلا۔ اور لاجواب ملا۔ نامور۔ ذہین عقیل نخر روزگار نابغین موجد فلسفی حکیم۔ شاعر۔ تمام خوبیوں اور بلند نامیوں کا انجن۔ مخزن جس گھڑی شیخ چلی کا نام ذہن میں آیا شادی مرگ کے قریب ہو گیا مگر ساتھ ہی ایک خیال اور آیا کہ جیسے کوئی چیز ہاتھ سے گر جاتی ہے۔ وہ یہ کہ ایسے نامور دانشمند کیا تھا ایشا والوں نے اگر بخل کیا ہے تو یورپ والوں نے کب چھوڑا ہوگا یہ شخص تو انکے ڈھب کا تھا۔ اسکے تجربات۔ اسکی قوت ایجاد انتقالات ذہنی سریع الفہمی۔ طباعی۔ نازک خیالی۔ لطافت طبعی سے سارے یورپ کو فائدہ پہونچنے کی توقع کیجا سکتی ہی۔ اس بدگمانی نے مجھے پکڑ لیا۔ اور سرد ہو کے رہ گیا انگریزی آتی نہیں کہ خود دیکھ لوں۔ ایک لائق انگریزی دان دوست سے قسم دے کے پوچھا اور خدا اسکا بھلا کرے کہ مجھے اطمینان دلایا کہ شیخ کے حالات کسی اہل یورپ نے نہیں لکھے ہیں۔ جان میں جان آئی۔ اور گویا لاکھوں پائے۔

میرے نزدیک اس دانشمند روزگار عقل آفرین شخص کے ساتھ اہل زمانہ نے واقعی بڑی بے مروتی اور بے انصافی کی ہے۔ غضب خدا کا آجتک اس کے

حالات زندگی لکھنے کی طرف کسی نے توجہ تک نہ کی بلکہ چند مشہور مہمل نقلیں جو تہمتاً اتہام اور بہتان سے بھری ہیں اُنکی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ حالانکہ انکا رتبہ اُن حکایتوں سے کہیں بلند تر تھا۔ اور اُسکے کارنامے اہل روزگار کے لیے دستور العمل قرار پانے کے قابل ہیں۔

شیخ چلی اپنے زمانہ میں مشہور و معروف شخص تھا۔ افسوس اتنا ہی گمنامی کے غار میں پڑا ہوا ہے۔ اسکی سوانح عمری تو الگ رہی۔ پیدائش اور موت کی صحیح تاریخ کوئی نہیں بتا سکتا۔ اور یہ صرف اہل زمانہ کی بے مروتی بے توجہی کا باعث ہے ہر چند دنیا کے بہت سے نامور اسی طرح طاق نسیان پر بٹھا دیئے گئے اور انکے تاریخی واقعات گردش روزگار میں ایک بھی نہیں جانتا چنانچہ جو سلوک شیخ کے ساتھ کیا گیا وہی لال بجھکڑ سے ہوا۔ ایشیائی مصنفین صرف اس عذر پر کہ اُنکے ہاں اس قسم کی سوانح عمریاں لکھنے کا دستور ہی نہ تھا کسیقدر معاف ہو سکتے ہیں مگر اہل یورپ سے ہمیشہ یہ شکایت رہیگی کہ اُنھوں نے کیوں ایسے نامور آدمی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بجز اسکے کہ یہ فخر اس ناچیز کے حصہ میں تھا۔

این کار من است و کار کس نیست ... اندازہ اختیار کس نیست

میں نے شیخ کے حالات جمع کرنے میں معمولی عالموں پر نہ بھروسا کیا۔ نہ اُسکی ضرورت سمجھی۔ بلکہ جہانتک میرے امکان میں تھا واقعات کی ترتیب تحقیق تنقید اور درایت پر رکھی ہے۔ نہ روایت سے جسقدر کام چل سکا وہ بہت تھوڑا تھا اور لازم ہو گیا کہ ایسی مہمل روایتوں پر درایت کی روشنی ڈالی جائے۔

الغرض حتی الامکان میں نے اُسکے حالات زندگی کے ہر پہلو کو لیا ہے اور جہانتک بن پڑا خاص داد تحقیق دی ہے۔ باینہمہ مجھے اطمینان نہیں کہ کل حالات میں دریافت کر سکا۔ اور یہ محال بھی ہے اسلئے بڑے آدمی کے حالات زندگی اسقدر مختصر ہو نہیں سکتے اور محال عقل ہے کہ اُسکے کارنامے سب کے سب محفوظ اور قلمبند ہو سکیں تاہم جو کچھ ہے غنیمت ہے۔ اور اہل روزگار کے لئے ایک مکمل دستور العمل ضرور سمجھنا چاہیئے۔ اور مجھے کبھی اس قدر ناز و فخر کا موقع نہ ملا ہو گا۔ جیسا اس سوانح

مفید کی ترتیب سے ہوا ہے گنہگاران ملک اور قوم کے لیے میری طرف سے مفت نذر ہے ـــــ

صد شکر که این نگارخانه   بگرفت نگار جاودانه
بس رنگ به نوبهار بستم   کین غنچه به خون نگار بستم
بانگ قلم درین شب تار   بس فتنهٔ خفته کرد بیدار
از بهر چه بگذشت روی برتاب   زین باده سرگذشت دریاب
خورشید گواست اندرین کار   من بودم و صبح هر دو بیدار
میریخت ز خرده کاری ژرف   از گنج ستاره در زمین حرف
دارم ز قلم به غیب راهی   گوییست نهفته زیر کاهی
این خط که دهد به نور مایه   از کلک منست نیم سایه
هر معنی از او چو آب در جوی   هر نکته در او چو آب در جوی
صد سحر فسون به تار بستم   کاین نقش بروی کار بستم
ترکیب طلسم خوانیم بین   این خدمت جاودانیم بین
صد دیده بطور دل افتاد   کین موج گهر بساحل افتاد
دکان هنر به چین گشودم   سامان سخن چنین نمودم
بگداخته آبگینهٔ دل   آئینه و بسم بدست محفل
بگداخته ام دل و زبان را   کین نقش نمودم جهان را
آتشکده را گداز دادم   کین شعله بتاب باز دادم
آنم که به سحر کاری ژرف   از شعله تراش کرده ام حرف
افشانده هزار در نایاب   در دامن موج جیب گرداب
کلکم ز سر بلند نامی   طغرا کش نادر الکلامی
بگشود کلید آسمانی   بر فکرت من در معانی
دارد قلمم به نکته سازی   چون مغبچگان شراره بازی
تا این گل تازه نقش بستم   در دست خزان قلم شکستم
طرز دگران وداع کردم   طرز دگر اختراع کردم

نادان کہ بہ فسانہ خوانی | با مجلسیان [illegible] معانی
ایزد چو نهفت در دلم راز | کاین گرہ از جہان شود باز
کس را قدم سلوک من نیست | این کار دلست کار تن نیست
سد بہ منشان من چہ دارند | پیشانی شیر را چہ خارند
من سیر نظر ز خوان قدسم | نعمت خور دودمان قدسم
با عیسی جان صبوح کردم | دریوزہ عمر نوح کردم
بس گوہر شب ز سینہ رفتم | کین لعل بنوک آہ سفتم
الماس بہ تشنہ آب دادم | یاقوت بشعلہ آب دادم
از نامہ [illegible] دام بستم | بر کلک رہ خرام بستم
[illegible] قلم شکستم | کین نقش بہفت پردہ بستم

چون از نفس من این سخن زاد
خضر آمد و عمر خود بمن داد

نوٹ - مجھے انگریزی نہین آتی - اسلیئے درخواست ہی کہ ملک کے لائق انگریزی دانون مین کوئی صاحب اس کتاب کو انگریزی مین ضرور ترجمہ فرمائین تاکہ ہمارے یورپین بھائی اس گرانمایہ سوانح عمری سے [illegible] محروم نہ رہین - دیکھون اس مفید کام کا سہرا شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی کے سر ہتا ہے یا آنریبل مسٹر محمود کے - کوئی ہو سے

اسرار معانیم نظر کن | زین گنج بہ مفلسان خبر کن

خاکسار سجاد حسین نمکخوار سرکار نظام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

شیخ چلّی کا بانیٔ خاندان

شیخ ابو الغنم قراقری خاندان بنی اطوال سے شہر طیخورح من مضافات ماوراء النہر کا رہنے والا تھا۔ جو بھیڑون اور دنبون کا بیوپار کیا کرتا تھا۔ اس پیشہ مین اُس کو اس قدر [illegible] قت نظر حاصل ہو گئی تھی کہ نر اور مادہ کو بلا تامل پہچان لیتا تھا۔ اور بھیڑون کے علم انساب کا پورا ماہر تھا۔ سو قدم سے وہ یقین کر لیتا تھا کہ یہ دنبہ ہے یا بھیڑ اور بتا دیتا تھا کہ اگر بھیڑ ہے تو اسکا خاندان یقیناً بھیڑ ہی ہوگا اور دنبہ کا بچہ ممکن نہین کہ دنبہ ہی نہ پیدا ہو۔ اس بات کے اظہار کی ضرورت نہین کہ زمانہ دراز کی تجارت سے اسکو یہ ملکہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ بھیڑون کے تھن کا صحیح اندازہ وہ کر لیا کرتا تھا کہ دو سے زائد کبھی نہ ہون گے اور ہمیشہ اسکی بات سچ نکلتی تھی۔ دنبون کی اون سے وہ کبھی بجز اسکے خیال ہی نہ کر سکا کہ کمبل نہ بنجائین گے سال مین ایکبار بھیڑون اور دنبون کی اون کتروانے مین کبھی اُسنے غلطی نہین کی۔ اور بلا تامل قریب کی منڈیون مین بھیجکر وہ نفع کثیر حاصل کرنے مین نہین چوکا۔

چونکہ وہ بھیڑون کو دنبون پر ہمیشہ فضیلت دیتا تھا جس کی وجہ یہ ہے کہ دنبون کو انکی چکتیون کے بارے چلنے مین ذرا دقت ہوتی ہے اور وہ دور دور مقامات پہ

لون کے لیجانے کو بہت ہی مصیبت خیال کرتا تھا۔ لہٰذا بارہا اُس نے دنبون اور دُنبون کے ساتھ منڈی ہولی بھیڑون کے تبادلہ مین پس و پیش نہین کیا اور بھیڑون کو قبول کرلینے مین اپنی غیر معمولی ذکاوت سے بہت عجلت کی۔ چونکہ اس تجارت سے بڑھتے بڑھتے اُسکے پاس اپنی ذاتی ملکیت کی بھیڑین بکثرت ہو گئی تھین اور گویا جو نفع نادیدہ اُسنے پہلے لگایا تھا وہ پورا حاصل ہو کے نفع حقیقی کی شکل مین اُسکے یہان موجود ہو گئے تھے اسلیئے اُسکو اپنے نوکرون اور چرواہون کے سالہا سال عملی مشاہدے سے بھیڑون کا دودھ دوہنا بائین ہاتھ کا کام ہو گیا تھا۔ اور اس کا استعمال حکیمانہ قاعدہ سے وہ کر سکتا تھا یعنی دودھ سے مکھن اور چھاچھ بنوا لینے مین مشاق ہو گیا تھا اور کچھ بھی نقصان نہ ہونے دیتا۔ کفایت کی بنا مشہور ہی۔ اسی وجہ سے اس سلیم تجارت مین اسکے تمام نکات اور باریکیون پر علی وجہ الکمال اسکو قابو ملگیا تھا۔ جو سرمایہ اُس کے پاس نقدی جمع ہوتا اُس کے مصرف کے تدابیر سوچنے مین بھی اسکی قابلیت کچھ کم نہ تھی۔ یعنی جاڑون مین بھیڑون کے لیئے الگ الگ ڈربے بنوا دیتا۔ اور گرمیون مین فوراً انکو کھلوا ڈالتا تاکہ بھیڑون کو عادت نہ ہو جائے برسات مین اسکو یہ دقت ضرور ہوتی کہ بے موسم بال کتروا کے کمل بنوا لیتا۔ اور بھیڑون کے اوپر تان دیتا۔ اسکا اپنا ذاتی تجربہ تھا کہ جاڑے مین بھیڑین سکڑ کے چھوٹی ہو جاتی ہین اور برسات مین پانی سے گھل جاتی ہین اس جدید نقصان کو ایسا تاجر کب گوارا کر سکتا جسکی اُسنے ڈربون اور شامیانون سے روک کر لی تھی۔ غرضکہ وہ اپنے وقت مین یکتا تاجرانہ تھا۔ مگر اس زمانہ کے لوگون کے لیئے تو اس کے کارنامے بہت بڑے اُستاد کا کام دے سکتے ہین۔ اگر ایشائی گڈریے اور یورپین سورون کے سوداگر اُسکی چھوٹی چھوٹی روزمرہ قابلیتون پر توجہ کرین تو کچھ شک نہین کہ بڑے مالدار ہو جائین۔

چونکہ مجھے اصل مین شیخ چلی کے حالات بہت تفصیل سے لکھنا ہین اور وہی نامور فخر روزگار اس کتاب کا ہیرو ہی لہٰذا مین اُسکے خاندان کے مختصر مختصر واقعات جلد ہی لکھکے اسکو شروع کر دونگا۔

شیخ اپنی تجارت مین شہرہ آفاق ہو رہا ہی۔ ملکون ملکون اسکا نام پھیلا ہوا ہے

عراق عرب سے لیکر اسپین کے بڑے حصہ تک اُس کی تجارت کا سلسلہ چلا گیا ہوا اور مشرق
میں چلا ہے کابل کی سرحد اور اس سے دلہنی طرف تبت کے مشہور مقامات
تک پہونچا ہے دور دور سے بھیڑ یا دھسان خلقت اُس کی تجارت کے تجربوں کو
سیکھنے آرہی ہے اور افریقہ تک اُسکی دساور کی مانگ ہورہی ہے۔ یورپ کا وہ گزشتہ
حصہ جو اسوقت بالکل اندھیرے میں پڑا ہوا تھا اسکی تجارت سے اگر کچھ فائدہ
اُٹھا سکا تو صرف اسیقدر کہ اسکے کارخانے کے بنے ہوئے کمل تمام یورپ کیلئے
جان بخش تھے اگر شیخ ابوالغنم کے کمل نہ جائیں مارے جاڑوں کے تمام یورپ
اینٹھ جائے پینتالیس برس کی عمر تک ملک التجار کا کارخانہ بڑی ہی رونق سے جاری
رہا۔ اور دولت کثیر اسکے پاس جمع ہوگئی اب شیخ نے شادی کی طرف توجہ کی ایسے
بڑے دولتمند کو دولہن ملنا کیا دشوار تھا۔ یوں تو سیکڑوں قبیلوں سے
اُسکے لیے لڑکیاں تیار تھیں اور جہاں چاہتا وہ بلا تردد شادی کر لیتا کیونکہ
صرف مالداری کی شان ہی اس میں نہ تھی بلکہ اپنے شہر اور قرب وجوار میں اشراف
خاندان سے وہ پیدا ہوا تھا اور جوار کے کل قبیلے بوجہ نسب اُس کا احترام
کرتے تھے مگر شیخ کو یہ ضد آپڑی تھی کہ کوئی لڑکی خود مجھپر عاشق ہو اور اپنے ماں
باپ سے میرے ساتھ نکاح کی درخواست کرے گو وہاں کے طرز معاشرت میں
یہ کوئی مشکل اور عجیب بات نہ تھی مگر ہمارے شیخ صاحب کچھ ایسے حسین و جمیل
واقع ہوئے تھے کہ قبائل عرب کی لڑکیاں آپ کے نظارہ جمال کی تاب ہی نہ
لا سکتی تھیں۔ آنکھ بھر کے دیکھیں تو عاشق ہوں جب اسکی نوبت ہی نہ آنے پائے
تو عشق کیا۔ اس اُفتاد نے پانچ برس تک شیخ کو نامراد رکھا لیکن آخرکار قبیلہ عقیلو
کے شیخ الرئیس ابوالحوش کی بیٹی سفیہہ نے شیخ ابوالغنم کی ضد کو پورا کیا یعنی
وہ عاشق ہوکر اپنے ماں باپ سے عقد کی خواستگار ہوئی۔ یہ ایک غیر معمولی بیاہ تھا
تمام شہر کے مشہور قبائل شریک ہوئے اور شبھ گھڑی نیک ساعت میں
نکاح ہوگیا۔

سفیہہ کے نامبارک قدم کو آئے ہوئے ابھی سال بھر بھی نہ ہوا تھا کہ ملک
میں سخت قحط پڑا اور شیخ ابوالغنم کے اوپر تباہی آئی۔ یعنی ہزار ہا بھیڑ میں

جب سے آب و دانہ مرگئیں۔ شہر یا کو بدوؤن نے جھگڑا الاپنی لگے شیخ نے تنگ ہو کر جنگل میں لاوارث بچھوڑ دیے ملند جھونپڑیت سے نکلے لیکر مع کسیقدر نقدی کے خود شیخ دشت قبچاق کی طرف چل نکلا۔ غالبًا محل بھی ساتھ تھی لوکر جاکر زیادہ نہیں لیے صرف اسیقدر جو بھیڑون کو سنبھال سکین غرض یہ تھی کہ وہان چارہ با فراط ملیگا بعد رفع قحط پھر وطن کو لوٹ آوینگے اور بھیڑون کو ترقی دے پا مین گے مگر خوش قسمتی نے تھوڑے دنون کے لیے رخصت لے لی تھی اور ادبار کو اپنی جگہ چھوڑ گئی تھی یعنی دشت قبچاق مین شیخ کے تمام زندہ اور بیجان دولت قزاقون نے لوٹ لی اور بیچارہ صرف ایک بڑی پاؤن میں پٹے ہوے یعنی بی بی کو وہان سے ساتھ لیے غزنی کی طرف چل نکلا۔ شیخ کی جغرافیہ دانی تو صرف ماندرا لنہر ہی پر محدود تھی اسلیے یہ نہین کہا جاسکتا کہ غزنی کا قصد کرلیا تھا۔ بلکہ مالک خدا تنگ نیستی کے پھرے پڑا اسطرف منہ اٹھا دیا اور مرتا جیتا غزنی مین پہونچ گیا۔

سلطان محمود کا دور سلطنت تھا مسافرین اور معذورین کی خبر گیری کیجاتی تھی۔ شیخ کو بھی حصہ ملا اور ایک کارواں سرا مین رہنے لگا

بھیڑون کا خیال شیخ کو آیا ضرور تھا مگر غزنی کی آب و ہوا مین اُسوقت بھیڑون کی پیداوار کی زیادہ قابلیت تھی اسوجہ سے نہ اپنے خیالی بھیڑون کو وہین رکھنا چاہتا تھا اور اس فکر مین تھا کہ کسیطرح سلطان تک رسائی ہوجاے تو قزاقون کو سزا دلواؤن پھر اپنے وطن جانیکی اجازت اور زادراہ مانگون اسی دھن مین وہ ایک دن فردوسی کے پاس پہونچ گیا اور سلام کر کے دشت قبچاق کا ذکر چھیڑا فردوسی شاہنامہ کے لیے ایسے ایسے سامان کا متلاشی تھا اُس نے دشت کے حالات پوچھے۔ شیخ نے قزاقون کی بیدادگری کے ساتھ اپنے معلومات کا ذخیرہ اُگل دیا جو وہان کے سرگردانی کے زمانہ مین حاصل ہوا تھا۔ فردوسی نے ایاز سے سفارش کردی اور ایاز نے سلطان تک پہونچا دیا چونکہ سلطان مردم شناس بھی تھا اور نیز شیخ نے اپنے واقعات تجارت تفصیل سے بیان کیے لہذا دنبون کی داروغائی شیخ کو مل گئی گو اُسنے وطن جانیکی کئی بار درخواست کی۔ مگر قبول نہوئی ناچار اسی پر قناعت کی اور بال مُنڈوانے مین کمال دکھلانے لگا۔

سلطان کو ہندوستان پہ بادشاہان [illegible] غزنوی [illegible]
سے فوج لیکر غزنی سے چلا۔ شیخ بھی ہمراہ ہو لیا۔ [illegible] کہ کسی طرح بھی خالی
ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی۔ صفیہ بھی ساتھ تھی۔ اسکی
ہمراہی سے شیخ کو کچھ اذیت نہیں ہوئی کیونکہ دونوں کے اخلاق اور عادات میں
خلقی موافقت تھی۔ سلطان نے سومنات فتح کر لیا اور لوٹ لے گیا مگر شیخ نے ہمت
ہار دی اور ہندوستان ہی میں رہ پڑے۔

بدایون کے پاس ایک قصبہ تھا چلہ وہاں سلطان نے تھوڑی سی جاگیر بطور ال تمغا
شیخ کے نام مقرر کر دی۔ اور شیخ بی بی کے ساتھ اسی قصبہ میں رہنے لگے۔

باب دوم

شیخ چلی کی پیدائش

شیخ النغمہ کا سلسلہ توالد و تناسل جاری ہوا اور بڑھتے بڑھتے ایک اچھا
خاندان ہو گیا۔ [illegible] کی پیداوار سے اس خاندان کو روز افزوں ترقی ہوتی
گئی آخر شیخ النغمہ کی ساتویں پشت میں شیخ ملھو ایک ذی لیاقت اور تیز فہم شخص ہوا
جسکی شادی اسکی چچا زاد بہن بی بی حمیقہ کیساتھ ہوئی چونکہ جاگیر میں بہت سے
حصہ دار ہو گئے تھے لہذا شیخ ملھو کچھ زیادہ خوشحال نہ تھا۔ تاہم وہ اپنی ذاتی
محنت اور زراعت سے ایک اعتدال کیساتھ بسر کرتا تھا۔ اور بڑی بات یہ تھی کہ
سامان معاشرت اسقدر وسیع نہ تھے جس سے اسراف کی نوبت آئے بہرحال وہ
روئی دال سے خوش تھا اور اپنی محبوبہ بی بی کے ساتھ بسر کرتا تھا۔ سنہ ۹ھ میں
شیخ ملھو کے یہاں بیٹا پیدا ہوا۔ چونکہ زمیندار تھا اور یہ لڑکا بڑی منت مرادوں
کا تھا۔ شیخ نے بڑی دھوم دھام کی اور پانچویں دن شیخ چلی قصبہ چلہ کی مناسبت
سے نام رکھا۔

ولادت کے وقت اس نامی مولود نے یہ جدت کی کہ ٹانگیں اوپر اٹھا دیں۔
اب ہزار جھکاتے ہیں نہیں جھکتیں۔ خیال ہوا کہ شاید گھٹنوں میں قفلی کا جوڑ نہیں ہے

گھٹولنے سے کوئی نقصان نہین پایا گیا۔ دیر تک یہ حالت رہی اسکے بعد آپ رو دیے
اور آنکھین سیدھی کر دین۔ گو یہ ایک اتفاقی بات تھی اسی وقت کا پیدا ہوا بچہ کسی
ارادے پر قادر نہین ہو سکتا۔ مگر اوپر والون نے بات کا بتنگڑ بنا دیا کہ بچہ آسمان کو
گرتا ہوا سمجھ کے اپنے بازون پر روکنا چاہتا تھا۔ زمانہ شیرخوارگی کے واقعات بھی
کیا ہون گے جنکو ہم لکھین اور جو کچھ ہون گے وہ اسکے افعال ارادی تو کہہ نہین
سکتے۔ اس لیے ہم بجز اسکے کہ اسکو چھوڑ دین چارہ ہی نہین ہے۔ البتہ یہ تحقیق معلوم
ہوا ہے کہ جب وہ دودھ پیتے تھے آپ بے انتہا رویا کرتے تھے ادھر مان نے منھ
سے چھاتی ہٹائی کہ خوش ہو گئے قلقاریان مارنے لگے۔ شیخ ملھو نے اپنے تجربات
کے بھروسے پر بہت غور کیا اور بھیڑون کے بچے کے دودھ پینے کے طریقہ سے
بھی اسکو ملا کے دیکھا کہ اسکی علت اسکے سمجھ مین بھی نہ آئی۔ جمیلہ کا تو یہ مشغلہ ہو گیا
تھا کہ جب تماشا دیکھنے کو جی چاہتا دودھ پلانے لگتی۔ طرفہ یہ ہے کہ سب بچون کی
طرح دودھ پینے مین ہمارے شیخ چلی صاحب حریص تھے اور اسیطرح ہمک ہمک کے
چٹخارے لیتے تھے مگر ساتھ ہی روتے بھی جاتے تھے۔

سوا دو برس تک خوب رو رو اور مچل مچل کے دودھ پیا۔ اسکے بعد بڑھا دیا گیا
ایلوے اور نیم کی پتی سے تو انھون نے سلامتی سے کبھی منھ نہین موڑا۔ مگر عقیلہ جو جیکے
نام سے بوٹی کانپتی تھی۔ دودھ تو درکنار اسکا نام سن کے وہ پہر دن آنکھین نہ کھولتے
اور مان کو ٹٹول ٹٹول کے ڈھونڈھ لیتے۔

شیخ چلی چار سال چار مہینے کے بعد بسم اللہ کے لیے مستعد کیا گیا۔ اللہ آمین۔ اتنا
باوا کے الفاظ کا نہ یون بھی عالم بلکہ حافظ ہو چکا تھا اس رسم مین اُستاد نے بہت
سر مارا ہزار طرح پھسلایا بہلایا۔ مگر بیرے شیر نے سو من جو چپ کھینچی پھر نہ بولنا تھا نہ
بولا۔ شیخ ملھو نے اُستاد کو آخر کار روک دیا۔ شیخ کو مان کے پاس پہونچا دیا اسکی مان
نے چٹ چٹ بلائین لیکے پوچھا کیون بیٹا بسم اللہ پڑھ آئے۔ شیخ چلی نے گردن
کو تین جھٹکے سامنے کی طرف دیے جو اقبال کا اشارہ تھا۔ مگر منھ سے کچھ نہ بولا۔ اس رسم
کے بعد چند روز تک یون ہی چھوڑا سا۔ اور اپنے ارادہ سے جب جی چاہتا دلیا کرتا
اینٹتا رہتا۔ اسکا کھیل بھی سب لڑکون سے جدا تھا یعنی لڑکین کے ساتھ

وہ کھیلتا تھا مگر اس طرح کہ سب تو دوڑ دھوپ میں مصروف ہیں اور یہ ایک طرف بیٹھا ہوا غور اور خوض سے دیکھ رہا ہے جہاں کسی لڑکے نے کھیل میں غلطی کی اس نے فوراً اصلاح کر دی۔ اور ایسی بات بتا دی کہ سب لڑکے یا تو ہنس پڑے یا اسکو دو چار دھولیں چپتیں رسید کر دیں چونکہ وہ ایک ہی تھا اور صاحب اولاد لوگوں کا تھا خدا نے سمجھ متانت اور تحمل بھی دیا تھا وہ اس مار پیٹ کی کچھ پروا نہ کرتا اور اپنے دوستوں کی دراز دستی پر رنجیدہ نہ ہوتا۔ ہاں جب چھیڑنا ہی چاہتا تو بلا دم اور بغیر کچھ کہے وہ ایک بڑی اینٹ یا کنکر اٹھا کے اپنے ساتھیوں پر بلا تعین شخص دے مارتا۔ اور اسقدر کھلکھلا کر ہنستا کہ بیتاب ہو جاتا۔ اس حرکت کا عوض اس سے بہت سختی کیساتھ لیا جاتا مگر وہ کچھ پروا نہ کرتا اور روتا ہوا اپنی ماں سے جا کے شکایت کرتا۔ لڑکوں پر منحصر نہیں ہے وہ راہ چلتوں کو اپنی بذل و نوال سے محروم نہ رکھتا۔ اور بے تحاشا ڈھیلے کی تواضع کر بیٹھتا۔

ایک دن لڑکوں نے گدھا پکڑا اور اس کی جان عذاب میں کر رہی تھی شیخ چلی کو اس حرکت پر غصہ آیا اور بہزار خرابی گدھے کو ان ظالموں کے ہاتھ سے چھڑا کے الگ لیگیا اور اپنا ازاربند اسکے منہ میں گرہ دیکے سوار ہوا۔ اور سیدھا دھوبی کے یہاں پہنچایا۔ دھوبی ابھی بولنے بھی نہ پایا تھا کہ شیخ چلی اس پر برس پڑا کہ ہم کیا تیرے باپ کے نوکر ہیں جو تیرا گدھا لونڈوں سے چھڑاتے پھریں۔ اگر اب کی بار تو نے گدھے کو چھوڑ دیا تو تیرا گھر پھونک دوں گا۔ دھوبی بہت جھلایا مگر کچھ جانتا تھا اور شیخ چلی کی دراز دستی سے بھی واقف تھا گدھے کو چھین لیا اور شیخ چلی کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا۔

ایک دن وہ پیشاب کرنے بیٹھا اور اتنی دیر تک بیٹھا رہا کہ اُسکی ماں کو پکارنے اور خبر لینے کی ضرورت ہوئی۔ مگر اُس نے کچھ جواب نہ دیا جب زیادہ دیر ہوئی تو شیخ ٹھو اسکے قریب گیا اور ہاتھ پکڑ کے کھینچا۔ شیخ چلی اُٹھ تو کھڑا ہوا لیکن بولتا نہیں ہے۔ باپ نے چاہا کہ ماروں۔ شیخ چلی ہاتھ جوڑنے لگا۔ مگر بولا اب بھی نہیں۔ باپ نے غور سے دیکھا تو اس کے دونوں گال اسطرح پھولے نظر آئے گویا کوئی چیز منھ میں بھری ہوئی ہے اور منھ چپکا ہوا ہے۔ شیخ ٹھو نے زور سے منھ دبا دیا تو ایک کلی پانی اُسکے منھ سے

گرا۔ ساتھ ہی وہ رو کے مچل گیا۔ واہ تم نے میری محنت برباد کی میں نے منھ میں کلی بھر کے پیشاب کرنا چاہا کہ دیکھوں منھ کا پانی پیشاب کی راہ سے نکل جاتا ہے یا نہیں

شیخ چلی آٹھ برس کا ہو گیا۔ مگر مکتب میں نہ بیٹھا۔ وہ اپنے ہمجولیوں کیساتھ دنیا کے خارجی امور کا تجربہ حاصل کرنے میں تو بہت سرگرم تھا مگر پڑھنے میں انکا ساتھ کبھی نہیں دیا۔ چونکہ سلامت روی اسمیں اسقدر جبر تھی کہ آپ کو یقین ہی نہ آتا تھا میرا بیٹا ایک غیر معمولی طبیعت کا انسان ہونیوالا ہے۔ یا ایسی وارستہ مزاجی میں بلا کی جدت اور طباعی بھی ہوئی ہے اسیوجہ سے شیخ ملھو نے اسکے مکتب میں زبردستی بٹھانیکی کوشش نہیں کی۔

شیخ چلی باغوں اور کھیتوں کی طرف اکثر نکل جاتا اور کھلے میدانوں میں گھنٹوں وہ اس بات کی کوشش کرتا کہ دوڑ کے آسمان کی جھکی ہوئی دیوار کو چھو لے۔ ہر بار کی ناکامی سے وہ ایک منٹ کے لیئے بھی مایوس نہ ہوا اور ہمت سے یہی باور کر لیتا کہ کل ضرور دیوار تک پہونچ جاؤنگا۔

وہ اکثر چلتے پھرتے یہ خیال کرتا کہ دونوں پاؤں ایک ساتھ اُٹھیں اور ساتھ ہی زمین پر پڑیں تو زیادہ تیزی سے راستہ طے ہو۔ اس امتحان میں وہ دیر تک اُچھلتا۔ اور منھ ہاتھ کے چوٹوں کی پرواہ نہ کرتا۔ اسکو یقین تھا کہ چند روز میں میرے دونوں پاؤں ضرور اُٹھیں گے۔

وہ انتہا کا نازک مزاج اور لطافت پسند تھا۔ بارہا اُسنے صرف اس لیئے کپڑے اتار کے پھینک دیئے کہ میرا جسم بوجھ پڑنے سے چھل نہ جائے شبرات میں اُسکے باپ نے آتشبازی منگوادی چونکہ برسات کا موسم تھا چھچھوندریں پھلجھڑیاں۔ انار وغیرہ سب نمی کی وجہ سے چھوٹتے نہ تھے۔ شیخ چلی نے سب گھر والوں کی آنکھ بچا کے اپنی طباعی کے جوہر دکھانے چاہے اور ایک بڑی سی پتیلی میں ساری آتشبازی بھر کے چولھے پر چڑھا دی۔ آنچ تیز کردی مطلب یہ تھا کہ اس ترکیب سے آتشبازی سوکھ جائیگی مگر دم بھر میں پتیلی تیز ہوئی اور چھچھوندروں نے زور باندھا شیخ چلی نے اسکا تدارک پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ گھڑا بھر پانی چھڑک دیا اور اسطرح اپنی آتشبازی بچا لی۔

اس عمر تک اُسکے جسقدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُس سے پتہ چلتا ہے کہ غیر معمولی

طبیعت کا لڑکا نہ تھا بلکہ ذکاوت خداداد سے خوارق العادت حرکتیں اسکی اگلی زندگی کے حصے کی نسبت یہ رائے قائم کرانے پر مجبور کرتی ہیں کہ وہ ایک بڑا مدبر اور موجد ہونیوالا ہے اسوجہ سے ہم زیادہ تفصیل نہیں لکھتے۔ بلکہ اسکی کسر اُسکے شباب اور جوانی کے حالات میں نکل جائیگی تاہم بعض واقعات جو بالکل اسکی طبعزاد خاص ہونگے ہم بیان کرتے جاتے ہیں۔

تیسرا باب

شیخ چلی کی تعلیم وغیرہ

نویں برس باپ نے بہت مجبور کیا اور وہ محلہ والی مسجد کے مکتب میں جانے لگا۔ اپنی لاجواب ذہانت سے بغدادی قاعدے اسنے دسواں برس شروع ہوتے ہوتے ختم کر دیئے اُستاد کو اُسکے پڑھانے میں کچھ دقت ہی ہوتی تھی کیونکہ وہ ہر کام جلدی سے کرتا تھا یعنی دو حرف ہمیشہ اُستاد اسکو بتا دیتے تھے۔ اور دو تین دن میں سنے لئے رے نے سکتے کتنے وہ بالکل یاد کر لیتا تھا۔

شیخ چلی کے مکتب میں بیٹھنے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اُستاد کو اتنی سکت ہی نہ رہتی تھی کہ شیخ چلی کی مرمت کے بعد کسی اور لڑکے کو قمچیاں مارنیکا موقع ملتا۔ لڑکے وہی تھے جو اسکے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور اسلیئے اُس کو گرفتار سے انس اور پیار اندوید اکرنے میں انکو کچھ محنت نہیں پڑی وہ سدھا ہوا انکا ہجولی تھا۔ آپس کی شرارتوں کو وہ آسانی کیساتھ غریب شیخ کے سر تھوپنے میں کبھی نہ چوکتے اور مولوی صاحب کی پرسش پر یہ صابر اور متحمل لڑکا بے تکلف اپنا قصور قبول کر لیتا۔ بلکہ جس بدسلوکی کی فریاد ہوتی تھی اسی کو عملی طور پر بھی دکھا دیتا کہ میں نے یوں منہ چڑھلیا تھا اسطرح چپت ماردی تھی۔ لڑکوں کی کتابوں اور قلم دوات کے انتظام میں اُسنے بڑی دلچسپی ظاہر کی یکمن نہ تھا وہ کسی کی کتاب پاجاتا اور نہ دو چار ورق کی تخفیف نہ کر دیتا اُسکا خیال تھا کہ اس ترکیب سے کتابیں جلد ختم ہو سکتی ہیں اور دوسری کتاب شروع کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہے قلموں سے وہ میاں جی کے حقہ بھرنے کی انگیٹھی کو ہمیشہ گرم کر دیا کرتا اور ہم مہ جسنہ قلم نکال کے دیدیتا اور لکھتا پھر بنا لو۔

تختی پر وہ اسطرح مشق کرتا کہ تل بھر سفیدی نہ چھوٹتی۔ آسان لٹکا اسکے ہاتھ آ گیا
تھا کہ دوات سے سفوف نکالا اور تختی کو لیپ دیا۔ اس کامیابی پر وہ اسقدر خوش ہوتا
کہ استاد کو بغیر دکھائے نہ رہتا جسکا صلہ وہ خوشی سے قبول کرنے پر ہر دم تیار
تھا۔

کتب فروش اسکو ہمیشہ دعا دیتے تھے کیونکہ اسکی وجہ سے نہ صرف اسکا باپ دوسرے
چوتھے روز نئی کتاب خریدتا بلکہ اور لڑکون کے ورثا بھی جلد جلد کتابین
لینے پر حریف ہوتے تھے۔

استاد نے کئی بار اسکو عزت کیساتھ یہ کہکے رخصت کردیا کہ جاؤ تم فاضل
ہوگئے۔ مگر وہ علم کا ایسا شوقین تھا کہ تیسرے ہی روز باپ کے ساتھ مکتب مین
داخل ہوجاتا تھا اور پچھلا پڑھا لکھا از سر نو دہراتا۔ تاکہ کچھ غلطی نہ رہ جائے۔

تمام جہان کے معلم بدخو زشت مزاج ہوا کرتے ہین اس مکتب کے میانجی ان
صفات مین کسی سے پیچھے نہ تھے اور لونڈون کو بھی بالطبع استاد سے عداوت
ہوتی ہے اس کلیہ کی بنا پر ایک بار لڑکون نے سازش کی کہ مولوی صاحب کو
کواچ کی پھلیون کا مزا چکھانا چاہئے۔ بیچارے نے عمر بھر دیکھی بھی نہ ہون گی
اس مشورہ مین شیخ چلی صاحب بھی شریک تھے۔ گو سب لڑکون سے انکی رائے
مختلف تھی یعنی اُن کی صلاح تھی کہ پھلیون کو استنجے کے ڈھیلون پر نہ ملنا چاہیے
بلکہ دھوبی ہمارا دوست ہے اس سے کہلے پائجامہ مین لگوا دین گے۔ لیکن کثرت آرا
سے انکی رائے نامنظور ہوئی۔ اور حقہ کی مہنال۔ استنجے کے ڈھیلون اور وضو کے لوٹے
مین پھلیان پیس کے چھڑکی گئین۔ سویرے یہ سب کام ہو چکا تھا مولوی صاحب نے
ابھی کوئی چیز استعمال نہ کی تھی کہ شیخ کا آموختہ سننے بیٹھے۔ یہان وہی
الف دو زبر ان اور آگے آیہ مطلق پٹے اور بہت پٹے۔ تب تو دانت پیس کے
مولوی صاحب سے کہدیا۔ مین نے تو پائجامہ مین پھلیان ملنے کو کہا تھا۔
مگر سب نے لوٹے مین ڈالی ہین اور ڈھیلون پر ملی ہین۔ اب کی بار
مین بھی تم کو پان مین کھلا دون گا۔ مولوی جو کتا ہوئے اور بھید
کھل گیا۔ شیخ چلی سے اگرچہ حماقت ہوئی ہے تو عمر مین یہی ہوئی کہ

مولوی صاحب بال بال بچ گئے۔ الغرض شیخ چلی اپنی خداداد طبیعت کے زور دکھا رہا ہے اور ہر روز ایک نئی ادا اُس دانشمند لڑکے کے انداز سے پیدا ہو رہی ہے۔ دُنیا کے مرقعہ میں کُل نہیں تو اُسکے قصبہ سکونتی کے لوگ اُس کی حرکات سے دلچسپی حاصل کرنے لگے ہیں اور وہ اتنے سے سن میں ناموری کے آسمان پر زینہ لگا چکا ہے۔ چڑھنے کی کسر باقی ہے۔ صرف تعلیم میں اُس نے پندرہ برس کے سن تک معروفیت کے ساتھ اپنے کمالات کو ایک متوسط ایشائی ذہنی علم کی حد تک پہونچا دیا۔ چونکہ طباعی کے ساتھ اس کا حافظہ بھی بے نظیر تھا وہ اپنے کل سبق حفظ کر لیا کرتا تھا۔ اور چونکہ ذہین اور طباع آدمی بے پروا بھی ہوا کرتے ہیں اس لیئے وہ اپنے لکھنے پڑھنے میں استغنا کو بہت دخل دیتا تھا۔ اسیوجہ سے آج کا سبق جو حفظ کرنے کی حد تک پہونچ جاتا تھا کل بالکل سپاٹ اور سہو محو ہو جاتا تھا جسکو وہ با ہمت طالبعلم پھر دوہرانے سے کبھی نہیں تھکتا تھا۔ اُسنے تعلیم کے بعد مکتب چھوڑ دیا۔ اور نام خدا اب جوان ہو گیا اس لیئے شوریدگی شباب نے اُسکے دلی جذبات کو اور بھی چمکا دیا جس سے اُسنے اپنی اس جدید زندگی کو بہت ہی قابل یادگار بنانے میں ذرا بھی کمی نہیں کی۔

چوتھا باب

شیخ چلی کا شباب

مرادوں کی راتیں جوانی کے دن۔ شباب کی اُمنگ سودا جوش پر۔ یہ سن ہر انسان کو جو رنگ دکھاتا ہے سارے زمانے کو معلوم ہے مگر اس حلیم مزاج فخر زمانہ ہونہار نوجوان کو اپنے شباب کے زمانہ میں اُن تمام نامعقول خواہشوں اور ارادوں کے روکنے میں کچھ بھی دقت نہ پڑی جسکو بڑے محتاط اور تعلیم یافتہ نوجوان بھی نہیں روک سکتے۔

آغاز شباب کے آثار میں وہ غیر مہذب مقدمہ تھا جو ہر جوان ہونیوالے لڑکے کو قدرتاً پیش آیا کرتا ہے۔ شیخ چلی ایسا ویسا لکھا پڑھا تو تھا ہی نہیں کہ ایسے بڑے معاملہ کو سرسری چھوڑ دیتا۔ اُسنے قیاس کیا کہ میرے زیر ناف اندر دار کوئی پھوڑا

ہوا ہے جسکا ریم خارج ہوتا ہی۔ دو ایک روز وہ خود سوچا کیا کہ اُسکا کیا علاج ہونا چاہیئے۔ مگر اُسنے کچھ زیادہ احساس پھوڑے کا نہ پایا یعنی درد وغیرہ نہ ہوا تو اُسنے بے اعتنائی کی مگر دوسری بار تو اُسکو بہت ہی اہتمام کے ساتھ رہم نے ظفر اکہ پھوڑا ابتک باقی ہے اُسنے بالائی لیپ اور پولٹس وغیرہ کا استعمال کیا مگر کچھ فائدہ نہوا ناچار اُسکو اپنے باپ سے اطلاع کرنیکی ضرورت پیش آئی اور اُسنے اپنی ذہانت کو اچھی طرح ثابت کر دیا۔

باپ نے جو تدبیر اُسکے دفعیہ کی فی الوقت کی ہوگی اُسکا پتہ کسی تاریخ وغیرہ سے نہیں چلتا۔ ہاں اتنا تحقیق ہوا ہے کہ اُسنے بیٹے کی شادی کر دینے کا مصمم قصد کر لیا اور دولھن کی تلاش ہونے لگی۔

شاید بلکہ یقیناً شیخ چلی تمام انسانوں کی طرح اپنے پھوڑے کے بے ضرر ہونیکی وجہ سے پھر اُسکے علاج وغیرہ کے درپے نہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ بیماری جبکہ دوامی ہو جائے یا مستاذی نہو تو عملاً اُس سے قطع نظر کیجاتی ہے۔ شیخ چلی بھی اس پھوڑے کو سمجھ لیا کہ ناسور ہو گیا ہے جو علاج پذیر نہیں ہے اور نہ اسکو کچھ تکلیف ہی۔ اسلیئے مارو بھی گولی۔

اب اسکا سن سترہ یا اٹھارہ سال کا ہو گیا ہی۔ شباب کے جادو اُسپر چل رہے ہیں۔ اور وہ بن ٹھنکے بازار میلہ۔ محلوں کی گلیوں میں معمول سے زائد پھرنے لگا ہے۔ مگر اُسکی بافالو طبیعت کا یہ حال ہی کہ کہیں دل نہیں اٹکاتا راہ چلتے کسی عورت کو عام اس سے کہ یقین ہو یا نہ ہو وہ دو ایک کنکریاں۔ ایک آدھ ٹھوکر یا دھکا رسید کرنے میں مشاق ہو چلا ہے۔ جسکے عوض گالیاں کھاکے بھی بدمزہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہنستے ہنستے خود ہی لوٹ جاتا ہے۔ اسکی فرزانگی کا یہ عمدہ نمونہ ہی کہ تیرے کی کبھی ہٹ کے نہیں جھپٹا۔ بلکہ دو گال یہاں ہنس لیئے دو گال وہاں۔ بڑی بات یہ تھی کہ وہ بے فائدہ تکروں سے بچنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ اسلیئے اُسنے اسمیں کوئی ایسا طوطا نہیں پالا جسکی وجہ سے زندگی اجیرن ہو جائے۔ وہ دن بھر میں سو ہی بار عاشق ہوتا اور سو ہی بار عشق کو رخصت کر دیتا۔ محبت کے مضبوط پھندے اُسکو پھانستے۔ مگر آنکھ اوٹ

ہوتے ہی وہ سب کو تار تار کر ڈالتا۔ چونکہ فطرتاً قلب و دماغ مادۂ فصاحت سے خالی نہ تھا پھر بھی باوجودان تمام احتیاطوں کے دلی جذبات کے ہاتھوں لیسپا ہوجاتا۔ چنانچہ وہ ایک دن چڑیماروں کے محلہ میں گیا اُسی دن بہت سے جانور ایک چڑیمار پکڑلایا تھا اور اُسنے اپنی ناکتخدا بیٹی کو اُن کے بیچنے کیلیے بھیجا تھا گلی کی موڑ پر ناگاہ شیخ چلی اُس سے دوچار ہو گیا۔ اور تیر محبت ساتھ سینہ میں تراز و ہوا۔ اُشفتہ سردن کو ننگ و نام کی کبھی پروا ہوتی ہی نہیں شیخ چلی بغیر اسکے کہ ذرا بھی پس و پیش کرے لڑکی کے سامنے خاموش کھڑا ہو گیا۔ وہ بیچ سے نکلنا چاہتی تھی اور یہ آڑ ہوجاتا تھا۔ آخر ش اسنے ذرا ڈانٹا تو یہ بھی گرماے اور پوچھا کہ تو مجھ سے کیون بات نہین کرتی مین تیری چڑیا نہ لون گا بلکہ تو کہے تو اُنکو بیچ کے لادون۔ لڑکی گھبرائی یہ سڑی تو نہین ہو گیا ہے۔ اور پیچھے پلٹنا چاہا۔ اُس عاشق جانباز نے اتنی فرصت ہی نہ دی اور چڑیون کی بھتی چھین کے سب اُڑادین۔ لڑکی کو زور سے کاٹ لیا۔ اور اپنا راستہ لیا بلکہ کچھ پہلے ہی چڑیمار کے مکان پر ہو بیچ کے جڑ دیا کہ تیری لڑکی نے جانور چھوڑ دیئے۔ چڑیمار دوڑا تو لڑکی کا گال لہولہان اور اُس کو زار و قطار روتے پایا۔ جبتک شیخ چلی کے پاس آئے آئے آپ دوسری تفریح کی فکر مین جاچکے تھے۔

شیخ چلی شباب کی ترنگون مین گویا کنھیا ہو رہا ہے۔ کوئی مقام تفریح اس سے بچ نہین رہتا۔ جہان وہ دن مین دو ایک بار نہین ہو آتا۔ اور ایک نہ ایک کرشمہ نہ دکھا دیتا ہو۔ چونکہ اُسکا خاندان معزز ہے اور باپ بڑا ملنسار نیکبخت لہذا اُسکے ساتھ لوگ ایک حد تک مراعات بھی کرجاتے ہین اور عادت سی ہو جانے سے اُسکی درازدستیون یا شوخیون کی مکافات نا قابل برداشت نہین کرتے بلکہ اکثر ٹال جایا کرتے ہین۔ غالباً اُسکی بڑی وجہ تھی کہ شیخ چلی کے حرکات و افعال چونکہ معمولی ہوتے نہین بلکہ اُنکی تہ مین ایک نہ ایک بدیع نکتہ یا حکمت چھپی ہوئی ہے جسکے غوامض پر عوام الناس تو درکنار خاص لوگون کو وقوف ہونا بہت مشکل ہے۔ اسلیے اپنے عجز کا اعتراف کرکے کوئی اُس سے

معترض نہین ہوتا - اور گویا سانڈ بنا کے چھوڑ دیا ہے - اسوجہ سے اُسکو اپنی مطلق العنانی کا لطف خاصی طرح مل رہا ہے -

جوانی مین اُسکی عقل بھی زیادہ پر زور ہو گئی - ایکبار اُسنے جامن کھانے مین گٹھلی نگل لی - ای ہے غضب ہو گیا اُسنے فوراً علم فلاحت کے اصول سے یقین کر لیا کہ ضرور پیٹ مین درخت اُگے گا - وہ اس بات کی پروا کبھی نہ کرتا کہ درخت اُگنے سے کیا نتیجہ ہو گا - اگر اسکو اس بات کا افسوس نہ ہوتا کہ وہ کیسے پھیلیگا اور بڑھے گا - کیونکر پھل لگین گے - پیٹ کی وسعت اور بساط سے وہ ناواقف نہ تھا اسلئے اُسنے اہتمام بلیغ کیا - کہ کسی طرح تخم خارج ہو جائے ورنہ درخت بیکار رجائیگا - چنانچہ استفراغ کرکے اُسنے اپنا اطمینان کر لیا کہ اب کچھ خطرہ نہین ہے -

اُس کے باپ کے زراعت پیشہ ہونے سے ہر قسم کے جانور گھر مین موجود تھے - ایک گائے دودھاری تھی جسکا دودھ ہمیشہ گھر کا نوکر دوہا کرتا تھا - ایک دن نوکر نہ تھا - شیخ چلی نے باپ سے اپنے وسیع تجربے کے بھروسے پر دودھ دوہنے کی درخواست کی جو منظور ہوئی - اور دودھ کا ظرف لیکے اپنے کام مین مصروف ہو گیا - مگر گائے کے تھن سے ایک قطرہ بھی نہین نکلتا - گھنٹہ بھر تک اُس نے محنت کی اور تمام تدابیر عمل مین لایا لیکن ناکامی ہوئی - آخر جھنجھلا کے اُٹھ کھڑا ہوا اور لوٹا پٹک دیا باپ نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے غصہ مین بھرا ہوا تھا ہی جواب دیا گائے سب دودھ چڑھا گئی اس کو بیچ ڈالنا چاہیئے جب باپ نے زیادہ تحقیقات کی معلوم ہوا کہ ایک بڈھے بیل کو وہ دوہتا رہا جو بڈھیا بھی تھا - اس غلطی کی صفائی مین شیخ چلی کا یہ جواب کہ اندھیر مین شناخت نہ ہو سکی - بالکل مسکت اور کافی تھا -

اللہ اللہ اسکی قابلیتون اور دانشمندیون کا ایک گنج شائگان ہے جسکو اہل زمانے کی بے خبری یا ناقدردانی نے خاک مین ملا رکھا ہے اور کسی نے اس سے نفع اُٹھانے کا ارادہ نہ کیا ایسے اہل کمال ہوتے کا ہکو ہین -

دنیاوی کاروبار مین اسکو اسدرجہ دقت نظر حاصل تھی ممکن نہین کہ وہ

چوک جاتا۔ اور اپنا نقصان کر لیتا۔ پورے حالات تو اپنے موقع پر بیان ہون گے
یہان صرف ایک قصہ نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

اُس کے باپ نے اپنی بی بی کے لیے چاندی کے کڑے سنار کو بنانے کے لیے
دیئے ایسے پیشے والے جھوٹے ہوتے ہی ہین۔ کئی بار وعدے کرتا رہا اور تیار
کر کے نہ دیئے ایک دن شیخ چلی کو اسنے تقاضے کے لیے بھیجا۔ سنار کڑے تیار
کر چکا تھا صرف جلا باقی تھی اُسنے شیخ چلی کو ٹھہرالیا کہ ذرا دیر مین کڑے
لیتے جاؤ۔ شیخ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی کڑے جو بن رہے ہین میری مان کے ہین چپکا
بیٹھ گیا۔ سنار نے کڑون کو سہاگے مین لتھڑ کے آگ مین ڈالا اور خوب تپانے کے
بعد نکال کے اور صاف کر کے شیخ کے حوالے کیے۔ شیخ بگڑ گیا کہ واہ جلے ہوے کڑے
مین کبھی نہ لیجاؤ نگا۔ مان بہن کے گھر کا دھندا کر گی۔ پھر یا نی لگا اور یہ پھلے۔ سنار نے
بہت سمجھایا۔ مگر وہ ہوشیار آدمی بھلا ایسے چکمون مین کب آتا تھا۔

آخر یہ طے ہوا کہ باپ کو لیجا کے دکھاؤ۔ اگر وہ جلے ہوے سمجھ کے پھیر دیگا مین
دوسرے کڑے بنا دونگا۔ شیخ اسپر راضی ہوا اور کڑے لیکر گھر چلا اسکی شوخ طبعی
اور تیزی گھر تک پہونچنے کی کہان متحمل تھی اسلیئے راستے کے تالاب مین اُس نے
خود ہی امتحان کیا اسطرح کڑے ڈالے جو ایسے گھلے کہ غائب ہو گئے وہ لپکا ہوا
باپ کے پاس آیا اور تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ

سنار نے ایک تو کڑے جلا دیئے دوسرے یہ ظلم کیا کہ ایسی دوا لگا کے جلائے
تھے کہ مین نے جب پانی مین ڈالے ذرا بھی چاندی کی سفیدی نہ معلوم ہوئی
اور بالکل گھل کے اس مین مل گئے۔ باپ بیچارے نے بیٹے کی اس کارستانی
کو اسوجہ سے کہ بیٹے کو نظر نہ لگ جائے کسی سے نہین کہا اور چپکا ہو رہا۔

ایک مرتبہ اُسکے گھر کے جانور تالاب مین پانی پی رہے تھے۔ ایک
بیل پانی پینے مین پیشاب بھی کرنے لگا۔ اُسنے دیکھا اور اُسی وقت
ذبح کر ڈالا کہ لوٹا ہوا بیل کس کام کا۔

پانچوان باب

شیخ چلی کی شادی

غریب باپ کو جسقدر دقت اس معاملہ مین اُٹھانی پڑی تمام عمر کو کافی تھی جب سے وہ جوان ہوا باپ کو شادی کی فکر ہوئی اور اپنے قبیلہ مین کئی لڑکیون کی خواستگاری کی لیکن شیخ چلی کی باریک بینی اور موشگافی سے سب لشا نے بیچ گئے جب کہین بات چیت شروع ہوئی ابھی کوئی امر طے نہ ہونے پایا تھا کہ آپ سُسرال پہونچ جاتے اور اپنا استحقاق زوجیت اضمار قبل الذکر کی طرح جتانے لگتے۔ ساتھ ہی یہ خواہش بھی پیش کی جاتی کہ ہماری منسوبہ جو عنقریب ہماری بی بی ہوگی۔ لیکن ابھی سے ہمارے ساتھ نہین بھیجدی جاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دانشمند شخص کو آجکل کے یورپ کے طریقہ شادی کا موجد ہونا قدرت نے پہلے ہی مقدر کر دیا تھا۔ یعنی اس درخواست سے اُس کی غرض یہی تھی کہ جس عورت سے تمام عمر کا سابقہ ہو جو دنیا کی گاڑی کو میرے ساتھ کندھا دے کے ہمیشہ کھینچنے والی ہو۔ اُسکے اخلاق۔ عادات تعلیم مین سلیقہ وغیرہ پر مجھے پہلے ہی سے مطلع ہو جانے کا ضرور حق ہے دیکھ لو یہی طریقہ آج تمام مہذب دنیا مین جاری ہے اور نئی روشنی کے چشم و چراغ ایشیائی نوجوان جو یورپی تہذیب سے کامیاب ہو رہے ہین اس طریقہ کو جاری کرنے مین کسقدر ساعی ہین۔ اسمین شک نہین کہ شیخ چلی کی یہ جلد بازی سراسر حکمت اور دور اندیشی پر مبنی تھی۔ مگر وائے ناکامی اسوقت کی جہالت اور خاندانی رسموں نے اسکی بات پیش نہ جانے دی۔ اور نابرتوڑ ناکامیون کا شکار بننا پڑا شیخ چلی جب بہت تنگ آ گیا سرے سے شادی کا انکار ہی کر دیا۔ اور یہ بات صاف کہدیا کہ مین یون صبر نہین کر سکتا جبتک میری منسوبہ میرے گھر نہ آجائے شادی کیسی۔ اس ضد نے شیخ کے باپ کو بہت پریشان کیا۔ ایک تو یون ہی کوئی لڑکی اُس کے جوڑ کی اپنے کفو مین نہ تھی دوسرے اس حکیمانہ مطلب نے سب کو چونکا دیا اور شیخ چلی کے انکار سے پہلے ہی سب جگہ سے انکار ہو گیا

باپ تھک کے بیٹھ رہا اور محبتوں عامر ہی کے باپ کی طرح بیٹے کی سرشوریوں نے اسکا
دل پاش پاش کر دیا۔ اب شیخ کو ہمت بندھی بلکہ ہٹ آ پڑی کہ ہم خود ہی اپنی
بی بی ڈھونڈھ لائیں گے چنانچہ وہ اپنے قصبے سے نکلا اور سیدھا بغداد پہونچا۔
جن صاحبزادے کا قصہ عالم میں مشہور ہے کہ "انکے باپ کے دوست دروازہ
پر آئے تو صاحبزادے لونڈی کی گود میں باہر نکلے۔ ماشاءاللہ اسوقت صرف
سترہ برس کا سن تھا۔ آنیوالے نے برخوردار سے پوچھا میاں کیا پڑھتے
تو گردن پھرا کے فرمایا بوا بتا دے "قل ہو اللہ" وہ صاحبزادے اب اچھے
خاصے جوان ہو چکے تھے شیخ کو رستہ میں مل گئے اور بہت آؤ بھگت سے اپنے
گھر لے گئے۔ شیخ کی مہمانی میں اُنھوں نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر شیخ کو
ذرا لطف نہ آیا وہ دلہن کی فکر میں ایسا غلطاں پیچاں تھا کہ کھانا بھی اچھا
نہ معلوم ہوا۔ میزبان نے سبب دریافت کیا تو شیخ نے اپنا قصہ اور قصد
بیان کیا۔ حرف مطلب سنتے ہی میزبان رو پڑا۔ اور شیخ کو لپٹ گیا۔
بات یہ تھی کہ اسی آفت میں وہ بھی مبتلا تھے۔ شیخ نے انکو سمجھانے کی کوشش نہیں کی
بلکہ فوراً اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہو میں جو فکر اپنے لیئے کر رہا ہوں وہی اُسکی
سمجھ میں بھی آجائے اور میری مطلوبہ کو بھی لے۔ اُسیوقت میزبان سے
بہت بدمزگی کے ساتھ رخصت ہوئے اور بازار میں ایک دوکان خالی
دیکھ کے رات کی رات [illegible] کو محلوں کی سیر کو نکلے۔ آدمی بچیلے نکیلے تھے
ماوراءالنہر ہی کے خون کی گلکاریاں چہرہ سے ظاہر تھیں۔ گلی میں جو دیکھتا حیرت
میں آجاتا۔ چال ڈھال بھی زمانے سے نرالی تھی۔ کہیں تو قدم پھونک پھونک
کے دھرتے کہیں [illegible] ہوتے چلتے۔ اکثر اُلٹے پاؤں چلنے کے کرتب
دکھاتے غرضکہ جیسا موقع ہو جیسی ضرورت ہوتی وہ دانشمند اپنی حکمت
سے ویسا ہی ٹھاٹھ بدل لیتا۔

اس طرح آوارہ پھرتے پھرتے وہ ایک [illegible] کے دروازہ پر
پہونچے اور بے کھٹکے اندر جانے کی ضرورت سے [illegible] میں قدم
رکھا دربانوں کے روکتے سے وہ کیا رک سکتا تھا۔ لیکن اس بیوجہ بدتہذیبی

سے متاثر ہو کر جو دربان نے اُن کے ساتھ کی تھی وہین ٹھہر گئے۔ اور دیر تک غصہ مین رونے رہے دونا ایک آدمی اور جمع ہو گئے۔ تب شیخ نے اپنے حالات خاص بیان کیئے اور صاحب خانہ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔

وہ دولت سرا جناب شریعت پناہ قاضی القضاۃ کی تھی اُس زمانے مین قاضی بدر الدین اس مسند پر جلوہ فرما تھے سپاہیون نے قاضی صاحب کو اطلاع دی اُنھون نے نہایت اخلاق سے شیخ کو اندر بلایا اور معمولی مراسم کے بعد استفسار حال کیا۔ شیخ نے اپنی شادی کی درخواست کو بہت ہی موثر طریقہ سے پیش کیا۔ اور بعد بہت سی رد و قدح کے قاضی صاحب نے اپنی خانہ زاد لونڈی کے ساتھ عقد قرار دیا۔ شیخ کو نہین معلوم تھا کہ وہ جاریہ زادی ہی عقد پر راضی ہو گئے۔ مگر معمولی ہدایتی مین قبل نکاح کے اپنی منسوبہ سے ملنے کی درخواست کی۔

قاضی صاحب نے بہت سمجھایا لیکن ایسا تجربہ کار آدمی کب ماننے والا تھا ناچار قاضی صاحب کے شرعی انکار پر۔ شیخ ناراض ہو کر چلا آیا اور بہت حیران ہوا کہ شادی کیسے ہو اور کہان سے ڈھونڈھ کے بی بی لانا چاہیئے اس فکر مین وہ دیر تک برابر ایک غیر نافذہ کوچہ کی موڑ پر بیٹھا رہا اور عہد کر لیا کہ جبتک اپنی مرضی کی بیوی نہ ڈھونڈھ لون گا کھانا پانی حرام ہے سچ کہا ہے جوئندہ یابندہ۔

تیسرے روز سویرے ایک ترکن نوجوان عورت خوب گدبدی ایک خاص مستانہ ادا سے اُدھر سے نکلی اور شیخ کی طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھا ہی تھا کہ شیخ بول اُٹھا عجب ہی نی ہو وہ طلب دل آرا۔

دل کا میلان یا قدرتی سامان کچھ سمجھنے کی بات نہین۔ آنکھ چار ہوتے ہی دونون مین وہ میل جول ہوا کہ برسون کے شیدائیون اور جانثارون مین کیا ہو گا۔ شیخ کی ادا شناسی کا امتحان ایسے ہی وقت پر منحصر تھا۔ اُسنے سر سے پاؤن تک ایک بار اُسے دیکھا اور گویا تمام اندرونی بیرونی خوبیون کی سلیس لکھی ہوئی کتاب پڑھ لی جسکے مطالب و معانی مین غور کرنیکی اُسے

ذرا بھی مشکل نہ پڑی ۔ اُسیوقت نظر سے سب کچھ تاڑ لیا کہ ہو نہو یہی میرے لیئے یہی راحت جان اور باعث آسائش ہو۔ غرضکہ دونون نظرباز ایک دوسرے کو تاڑ گئے ۔ اور ایسے بے تکلف ملے کہ پھر جدا ہونے کی قسم کھائی ۔ شیخ کوئی معمولی آدمی تھا نہین آنا فانا اُسکے انتخاب اور پسند کا چرچہ ہو گیا ۔ اور ہر طرف سے لوگ اُمنڈ آئے ۔ غریب الدیار آدمی اُسپر استاپڑا ذہین عقیل ۔ سب نے اُسکے ساتھ خالص ہمدردی کی ۔ اور اس برخوردار جوڑے کو ایک مرفہ الحال آدمی اپنے ہمراہ لے گیا ۔ دوسرے ہی دن قاضی صاحب نے آکے نکاح پڑھ دیا ۔ ۶ ہوگئی دھوم دھام سے شادی ۔

چھٹا باب

امتحان روزگار

شادی ہوئے پانچ برس بھی نہ ہوئے تھے کہ تین چار بچے شیخ کے یہان ہو پڑے ۔ شیخ کے ماں باپ دونون شادی کے قبل ہی انتقال کر گئے تھے ۔ اثا ثہ خاندانی مین بڑی چیز کچھ غلہ چند بیل تھوڑی زمین ایک مکان شیخ کو ملا تھا ۔ غلہ تو پہلے ہی سال ہوا ہو گیا ۔ بیلون کو اُسنے اپنی جبلی رحمدلی کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا اور زمین کی نسبت اُسکو ہمیشہ اپنی ایمانی قوت سے یہ شبہ رہا کہ ذرا بھی مین نے اسمین تردد کیا یا اسکو کھودا تو یقیناً خزانہ نکل آئے گا ۔ جو دوسرے لوگ مفت مجھ سے چھین لین گے ۔ مکان اُسنے اپنے قبضہ مین رہنے دیا ۔ اور اپنی محبوبہ بیوی اور بچون کے ساتھ اسمین بسر کرتا تھا ۔

گھی کے گھڑے کا مشہور قصہ اہل زمانہ کی نافہمی یا شوخ مزاجی سے شیخ کی طرف بہت ہی بڑے اور قابل نفرت نتیجہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ اس سچے قصے کے رموز اور غوامض پر اگر غور کیا جائے تو وہ ایک محنتی دنیاوار ایک اصولی تاجر ۔ ایک متمدن دانشمند ایک بلند نظر اور مہربان انسر خاندان تسلیم کیا جا سکتا ہے ۔ مثلاً ضرورت وقت کے لحاظ سے اُس نے گھی کا گھڑا اُجرت پر پہونچا دینے مین جو آمادگی ظاہر کی اُس سے ثابت

خود داری سے اس امتحان کو پاس کیا ہے اور اس مسئلہ کو طے کر گیا ہے وہ دوسر
کا حوصلہ نہ تھا۔ بیوی کی فرمائشین تو کیا دہیان مین لانے والا تھا۔ مگر
چڑچڑے پن اور زبان درازی سے البتہ بہت گھبراتا تھا۔ مگر ہمیشہ اسنے
ایک غیرت مند شوہر کی طرح اُسکی بدمزاجیان برداشت کین۔ گو بیوی
اسکی پسند کی اور خلقتاً اُس سے موافق مزاج تھی مگر غیرت اور تکلیف
اچھے اچھے صابرین اور غمخوار لوگون کا قدم ڈگا دیتی ہے۔ اسیوجہ
سے اُسکی محبوبہ بیوی اُسکے دق کرنے پر مجبور تھی اور بچون کی چل یون
الگ جان کھائے جاتی تھی۔ گو شیخ خود بچون کے ساتھ اتنا زیادہ
مانوس نہ تھا کہ اُن کی سر شوریان سہے۔ مگر بیوی کی آزردگی اور دلگیری
کا خیال سب کچھ برداشت کرا رہا تھا۔ مگر با اینہمہ اُسنے نہ کبھی قرض لیا
نہ چوری کی۔ محنت مزدوری سے جب تک کام نکلا مگر جب اُس سے بھی
پورا نہ پڑا تو وہ بے تکلف کسی بنئے بقال کی دوکان پر چلا جاتا۔ اور جو کچھ
اناج یا نقد جنس اُسکے ہاتھ لگتا اُٹھا لیتا۔ لالہ جی یون ہی بڑے بہادر
ہوتے ہین اسپر شیخ کی معمولی آزادی کی دھاک سے مجال نہ تھی کہ اسکو کوئی
روک سکے۔ بلکہ شیخ کی آمد دیکھکے وہ دست درازی یا دست اندازی
کی نوبت ہی نہ آنے دیتے۔ اور ہنسی خوشی خاطر مدارات کر دیجاتی۔ شیخ کی
نسبت ان افعال سے یہ گمان پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ سینہ زور اور مفت خورہ آدمی تھا
مگر یہ گمان اُنھین لوگون کا ہوگا جو سطحی اور اوپری باتون کو دیکھتے ہین
ورنہ شیخ اصول سے باہر کبھی قدم نہین رکھتا تھا۔ اور درحقیقت غور سے
معلوم ہوگا کہ یہ فعل اسکا کچھ بھی برنما اور قابل ملامت نہین ہی کیونکہ وہ اس
بات کا سچے دل سے قایل تھا کہ جو کچھ انسان کو ملتا ہے خدا ہی دیتا
ہے اسمین کسی کے باپ کا اجارہ نہین ہے دوسرے یہ کہ وہ تمدنی قاعدہ
سے سمجھا ہوا تھا کہ ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہی اور
ممکن نہین کہ دنیا مین اکیلا آدمی کچھ کر سکے۔ جب یہ کلیہ تسلیم کر لیا گیا تو ساتھ ہی
یہ بھی ماننا پڑیگا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کی مدد پر مجبور رہین۔

اور کچھ فرض نہین ہے کہ امداد کے لیے ظاہری رضامندی یا معمولی ارادہ اور قصد پیدا ہونے کے بعد ہی امداد بھی تسلیم ہو چکی تو ہر شخص کے مال و ملک مین دوسرے شخص کا حصہ ضرور ہے پس کوئی وجہ نہین کہ مین بنئے بقال سے اپنے حق اور حصہ کے حاصل کرنے مین اُنکی رضامندی اور اجازت کا منتظر ہوتا یہی وجہ تھی کہ نہ قرضہ کے ناقابل برداشت بار اور اُس کے نفرت انگیز نتائج سے ہمیشہ محفوظ رہا۔ اور نہ اُسکو ضرورت وقت اور احتیاج نے چوری وغیرہ سنگین جرائم پر متوجہ اور مائل کیا۔ مگر اس امداد غیر اختیاری یا خود مختاری کا سہارا کچھ ایسا مستحکم اور دوامی تو تھا نہین کہ اسکو بہت عرصہ تک فارغ البال اور بیفکر رکھے۔ بلکہ ابنائے روزگار کی تنگ دلی اور کم ہمتی یا مہمل بخل نے اُسکو ایسے قابو اور دسترس کے موافق سے دوسرے طور پر محروم اور مایوس کر دیا۔ اور اس بدخلقی اور بے مروتی سے وہ ایسا متاثر ہوا کہ گھر چھوڑنے پر آمادگی ہو گئی

ساتواں باب

السفر وسیلۃ الظفر

قصبہ حلہ کی خلقت اور خاصۃً اہل تمول اور بنئے بقالون کی اذیتون اور بے مروتیون نے شیخ کو جب بہت ہی دلگیر اور مجبور کر دیا تو اُس نے اپنی بیوی سے مشورہ کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر خیال کیا کہ مجکو کیا کرنا چاہئیے اور نیز وہ خود ایک معلومات کا خزانہ تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے اسلیئے اُس نے چپکے چپکے اپنے ارادے کی تکمیل کے اسباب پر غور کرنا شروع کیا۔ اور جب تمام دقتون اور مشکلون کو اُسنے اپنی عالی ہمتی سے مار کے ہٹا دیا تو دفعتہً وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور بغیر تعین اس امر کے کہ کہان جاؤنگا آدھی رات کو گھر سے نکل گیا۔ چونکہ ہم شیخ کی سوانح عمری مین اُس کے اُن دھبون کے مٹانے کا قصد کر چکے ہین جو اُسکے دامن ناموری پر لگائے گئے ہین اور جہان تک امکان مین تھا ہم نے صحیح صحیح حالات

فراہم کرلئے ہین اور مدتون کی عرق ریزی اور محنت سے یہ واقعات جمع کر سکے ہین ۔
اس واقعہ کے تسلیم کرنے مین بالکل انکار ہے جو بڑھی عورتین بچون سے
بہلانے کے لیئے ایک کہانی مین اسکی نسبت بیان کیا کرتی ہین اور اسکا خلاصہ
یہ ہے کہ شیخ چلی جب جوان ہوا تو گھر مین عسرت تھی اُس کی بوڑھی مان نے
بیٹے کو کمانے کی ترغیب دی مگر وطن مین اُسکی لیاقت کا اندازہ کرنیوالا کون
تھا۔ اس لیئے وہ دلی جانے پر آمادہ ہوا۔ مان نے چار روٹیان توشہ
سفر کے لیئے پکا دین ۔ وہ سویرے اُٹھکے چلا ۔ اور دوپہر کو ایک کنوین
پر پہونچا چار ون روٹیون کو چار ون کونون پر رکھکے کہنے لگا۔ ایک
کو کھاؤن دو کو کھاؤن تین کو کھاؤن کیا چارون کو کھا لون قضا را
اُس کنوے مین چار پریان رہتی تھین وہ ڈرین کہ اللہ ایسا کون
زبردست ہی جو ہم کو کھانے آیا ہے ۔ مگر شیخ کی بیساختہ تقریر سے سمجھ گئی
تھین کہ یہ کوئی تیکھا ہی ۔ ناچار چارون نے تجویز کی کہ اسکو کچھ رشوت دیکے
ٹال دینا چاہیئے چنانچہ اُنھون نے ایک بکری اُسکو دی جو سونے کی مینگنیان
گراتی تھی ۔ شیخ اُسکو لے کے پلٹے تو سرا مین اُترے بھٹیاری نے بکری اور
مینگنیون کو دیکھا تو ششدر ہو گئی اور بے ایمانی سے رات کو بکری بدل لی۔
دوسری بکری شیخ کے گلے منڈھی ۔ وہ خوش خوش گھر آئے ۔ مان سے
خوشخبری کہی کہ بکری ملی ہی اسکی سونے کی مینگنیان ہوتی ہین ۔ مان نے
باندھا اور انتظار کیا تو بکری نے وہی معمولی مینگنیان ڈالین ۔ شیخ حیران
ہو گئے اور چار روٹیان باندھکر چلے اور کنوے پر وہی عمل کیا۔ ابکی بار ایک
مرغی ملی جو سونے کا انڈا دیتی تھی ۔ مگر سفاک بھٹیاری نے اُسے بھی اڑا لیا
تیسری بار گئے تو ایک زنبیل ملی جسمین یہ تاثیر تھی کہ لپ لپ کے چیلے
پر چڑھا دیا اور جو نعمت مانگی پک کے تیار ہو گئی ۔ بھٹیاری کو خدا سمجھے اُسے
بھی لے مری ۔ ایک ٹھیکرا تیلی دے کے شیخ کو رخصت کیا ۔ چوتھی بار جو شیخ
گئے تو پریون نے تاڑ لیا کہ اس بیچارہ سے کوئی وہ چیز ن چھین لیتا ہے تب
اُنھون نے ایک سونٹا اور ایک رسی حوالے کی کہ رسی حکم دیتے ہی مشکین باندھ لیگی اور

[illegible] کا ـ شیخ اگلی بار جو سرائے مین آئے تو بھٹیاری کو کوئی چیز [illegible] سونے پر اُسکی توجہ ہی بالکل نہ ہوئی ـ شیخ بھی چپکے بیٹھے [illegible] لینے جی مین کہا لاؤ اسکا امتحان کرین اور فوراً رسی کو [illegible] بھٹیاری اور اُسکے گھر بھر کی مشکین کس لے رسی نے فوراً تعمیل کی تب تو شیخ نے کہا ـ چل سونٹے تیری باری " سونٹا اُٹھا اور گدا گد پیٹنے لگا ـ دہائی ہے تہائی ہے ـ بھٹیاری قدمون پر گر پڑی اور سب چیزین بکری نا مرغی پتیلی ـ شیخ صاحب کے حوالے کر دین ـ اور وہ گھر لے آئے ـ اس کہانی کی اصولی غلطیان تو ایک طرف سطحی باتین بھی اس قابل نہین کہ ایسے فخر روزگار کی طرف نسبت دیجائے ـ مثلاً دیوونکو دکھ کے اُن کے کھانے کا سوال ایک لغو بات تھی وہ تو کھانے ہی کے لیئے ہین پھر شیخ تحصیل حاصل مین کیون پڑتا اسکے بعد پریون کا ڈرنا اور رشوت دینا بالکل جھوٹ ہے ـ کیونکہ پریون کو انسان کھا ہی نہین سکتا ـ بلکہ دیو پری انسان کا ناشتہ البتہ کیا کرتے ہین جبھی تو تاج الملوک ڈرا تھا اور زلیخا نے بھی شکر کیا تھا کہ الحمد للہ مدت کے بعد حلوائے بے دود ملا ہے اور فرض کرو کہ پریون کو بمقتضائے بشریت[1] خوف ہوا تھا تو جب نکل کے دیکھا کہ ایک مفلوک مفلس شیخ کو دیکھا ہوگا جس سے ڈر گیا کیونکہ وہ ایک بیچارا کیا بنا لیتا ـ

بکری سونے کی مینگنی نہین کرتی نہ مرغی سونے کا انڈا دیتی ہے ـ اور بھلا دیگچی مین بغیر جنس ڈالے کیسے کھانا پک سکتا ہے ـ سونٹا اور رسی بے جان چیزین ہین اُنہین ارادہ یا حکم کی تعمیل کیا ـ الغرض یہ سب باتین ایسی ہین کہ ہمارے شیخ صاحب پر محض بہتان باندھا گیا ـ

شیخ گھر سے نکلا تو راستے کی صعوبت کا حال اور منزل اور مقام کی تفصیل ہم اسلیئے نہین بتا سکتے کہ اُنہ نے کوئی سفر نامہ اپنا نہین چھوڑا اور ہو بھی تو قلمی کتابون مین کسی خاص کتب خانہ مین پڑا ہوگا ـ زمانہ کی نارسائی

[1] مقتضائے بشریت کی داد دینی چاہیئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

ایسی بیش بہا چیزون کو باہر آنے کا موقع ہی نہین دیتی - ہمین پتا چلا یہ ہے کہ شیخ صاحب مدتون مارے مارے پھرتے رہے اور کہین [illegible] نہ لگا - آخر اکبرآباد پہونچے شہنشاہ اکبر اعظم کا زمانہ تھا اہل کمال کی اتنی قدر اس سے پہلے نہ اُس سے بعد کبھی ہوئی نہین - ہر طرف سے [illegible] روزگار اور ہر فن کے کامل چلے آتے تھے دربار مین داخل ہوتے اور پارس ہو گئے - شیخ جسدن اکبرآباد مین پہونچا ہے دو پیسے اُس کے پاس باقی تھے - بیچارہ سرا مین پہونچا اور اپنی معمولی دریادلی اور فیاضی سے بھٹیاری سے کئی کھانون کی فرمایش کر دی اور اُس دن سرا کے سب مسافرون کو دعوت بھی دیدی کہ ہمارے ہی ساتھ ماحضر تناول فرمائیے - بھٹیاری نے بنئے سے سودا لیا اور کھانا دانا پکا کے شیخ کو معہ دعوتیون کے کھلایا صبح کو شیخ جی سے دام جو مانگے یہان کیا دھرا تھا - ٹھن ٹھن گوپال وہی دو پیسے پھینکدیئے - بھٹیاری حیران کہ معاملہ کیا ہے جب ذرا بات کھلی تو میان جامہ بھٹیاری کے کمترین شوہر بھی آ دھمکے اُدھر سے بنیا بھی بہی لئے ہوے دوڑا - اب آؤ تو جاؤ کہان شیخ کے حواس پیرا ہو ہی چلے تھے کہ دفعتہً ایک بزرگ شریف صورت مقطع متشرع سرا مین پہونچے اور چونکہ ادھر بڑا مجمع تھا اور غوغا پشتو ہو رہی تھی آپ بھی اُسی طرف چلے آئے - یہ مولانا عبدالقادر بدایونی تھے جنھون نے اکبر کی تاریخ بڑی دہوم کی لکھی ہے اور اکبر کو مذہبًا کافر ملحد قرار دیا ہے جسکی نسبت آجتک جمہور اہل علم و اہل دول مین مذاکرے جاری ہین اور قول فیصل اب تک نہ ہوا کہ فی الواقع اکبر کا مذہب کیا تھا - غرضکہ مولانا کے آتے ہی سب چپ ہو گئے کیونکہ آپ ایک مشہور معروف آدمی اور دربار اکبری مین بھی بہت بااثر تھے مگر مُلّا اور بالکل سادہ مزاج تھے اُن کو اپنے اعزاز دنیا یا علوئے کمال اور تبحر علمی کا ذرا بھی غرہ یا گھمنڈ نہ تھا - اور اس وقت تشریف لانے کی غایت یہ تھی کہ آپ کے وطن سے کوئی بزرگوار آنے والے تھے - دن بہت ہو گئے تھے - انتظار سخت شاق تھا

آج خود بھی سرا مین بہ نفس نفیس اُنکو ڈھونڈھنے چلے آئے سو وہ تو ہنوز راہ ہی مین ہون گے کہ یہان اس ہنگامہ مین شیخ صاحب اُنکو نظر پڑے آدمی مردم شناس تھے وضع قطع نے بھی کچھ بتادیا اور تاڑ گئے کہ یہ شخص تو ہمارے جوار کا معلوم ہوتا ہے۔ دریافت کرنے سے رہا۔ اشک بھی جاتا رہا اور قصبہ جلیر کا نام سنکے مولانا نے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بھٹیاری کی اُجرت اور رہنے کے دام خدمتگار سے دلا دئے اور مکان پر لے آئے اور شیخ نے اپنے حالات سفر اور تجربات کا عظیم دفتر مولانا کے سامنے کھول دیا مولانا کو شیخ کی ہمدردی کا خیال فطرتاً ہونا چاہیئے تھا۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ آجکل بعض درباری لوگون سے اَن بن ہو گئی تھی۔ کیونکہ اکبری[1] دربار مین مذہب کے متعلق اختراعات اور بدعات ہو رہے تھے۔ مولانا اُس سے بہت ہی بیزار تھے اور بہتیرون پر کفر کے فتوے جڑ دیئے تھے اس لیئے چند روز سے آپ کا دربار بند تھا۔ سوچتے سوچتے خیال آگیا کہ ملا دو پیازہ سے مجھے اختلاف نہین ہے اور وہ خود بھی ان بدعتون سے متنفر ہین۔ مگر ضرورتاً وقت سے ظاہر نہین کرتے۔ لاؤ اُن سے شیخ کی تقریب کرادین۔ چنانچہ مولانا نے ملا صاحب کی خدمت مین ایک اشتیاقیہ رقعہ دینے اپنے خدمتگار کو بھیجا۔ وہ اُسی وقت دربار سے آئے تھے اور کمر کھول رہے تھے۔ اور آج معمول سے زائد خوش بھی تھے کیونکہ بیربل کو اکبر کے سامنے کئی لطیفون مین زک دی تھی اور خاطر خواہ انعام ملا تھا اور نیز مولانا کے علم و فضل کے معتقد بھی تھے۔ زبانی کہلا بھیجا کہ آج آدھی رات کو خفیہ طور سے مین آپ سے ملون گا۔

اس وعدے کی تکمیل یون ہوئی کہ ملا نے ایک بیراگی کا روپ بھرا اور چمٹا کھٹکاتے ہوئے مولانا کے دروازے پر پہونچے پہلے تو خدمتگار نے روکا۔ مگر جب ملا صاحب نے اپنی انگوٹھی مولانا کے پاس بھیجدی تو بلا لیئے گئے۔ اور بعد معمولی مزاج پرسی جناب شیخ صاحب کا تعارف کرایا گیا

[1] ہماری تقریر پر کسی کو اعتراض کا حق نہین ہے۔ مؤلف۔

مولانا نے ملا صاحب سے مسکرا کے یہ بھی کہدیا کہ آپ کے ملحد بادشاہ کے دربار
مین نورتن مین ایک آدمی کی جگہ آجکل خالی ہے - ہمارے شیخ صاحب
اس کمی کو پورا کر دین گے ملا صاحب نے شیخ کے ناصیہ حال اور مجمل قیل وقال
سے اندازہ کر لیا کہ ایسا باخبر اور ضروری شخص بیشک دربار ہی کے قابل
ہے اُسی وقت ساتھ لے کے مکان پر آئے اور دوسرے دن جب دربار
مین جانے لگے تو شیخ صاحب سے کہہ گئے کہ مین چوبدار بھجوا دونگا تم
دربار مین چلے آنا - اور دربار کے ادب آداب بھی بتا دیئے جس کی ضرورت
ہماری رائے مین ایسے ذہین شخص کے لیئے بالکل نہ تھی -

خلاصہ یہ کہ آج ملا صاحب نے جب اکبر کو کئی گرماگرم لطیفون مین اپنے
ڈھب پر لگا یا تو شیخ صاحب کی تقریب کی - اور کچھ اس برجستگی اور شوخی
سے اُس کو ادا کیا کہ اکبر پھڑک گیا اور فوراً حاضری کا حکم دیا شیخ صاحب
باین ہیئت کذائی دربار مین پہونچے کہ لوٹا ڈور کاندھے پر تھا اور مشربچی
سے کمر کسے ہوے تھے - سر پر ملا صاحب کا پرانا دفیرہ ڈھانک لیا تھا
جو مقدار علم سے ذرا بھی زائد نہ تھا - اکبر نے ایسے باخبر شخص کو ہاتھون
ہاتھ لیا - وجہ یہ تھی کہ جس شخص کی سادگی اور بے تکلفی کا یہ عالم ہو کہ ہر وقت
سفر پر تیار رہے اُس سے عجیب وغریب کام بن پڑنے کی توقع ہرگز غلط
نہین ہے چنانچہ اُسی وقت شیخ صاحب کا سیاہہ ہو گیا اور نورتن مین
داخل ہو گئے -

آٹھوان باب

کمال باعث واقبال

شیخ چلی دربار مین لینے جوہر قابلیت لطافت مزاج حسن سلیقہ حذاقت
ذہن - قوت اختراع سے ہر دلعزیز ہو رہا ہے - علامہ ابوالفیاض فیضی
اور علامہ ابوالفضل نے زعموم دہام سے الگ الگ اُس کی دعوتین
کین مگر باین ہمہ وہ اپنی بے روک طبیعت اور خالص آزادی سے

اُن کی غلطیون سے بھرے دربار مین کبھی چشم پوشی نہین کرتا اور بیدھڑک اعتراض جڑ دیتا ہے۔ فیضی نے تفسیر سواطع الالہام جب اکبر کے سامنے پیش کی ہے سارا دربار دنگ ہو کے رہگیا اور بڑے بڑے کملا و فضلا کے منھ پر ہوائیان چھوٹنے لگین۔ اکبر گو خود بے علم تھا۔ مگر علم شناس اور قدر دان اُس کے برابر ہوا ہی نہین اس کو بھی حیرت تھی کہ تیس جزو کی عربی تفسیر القرآن لکھی جائے اور ایک حرف نقطہ دار نہ آنے پائے، نہ عربیت اور محاورہ عرب کے خلاف عبارت ہو واقعی اس سے زائد کمال قریب محال ہے۔ مگر یکتائے عصر شیخ نے سر دربار وہ جید اعتراض قائم کیا کہ فیضی بھی منھ دیکھتے رہگیا۔ آپنے فرمایا کہ فیضی کے نام مین ایک حرف بھی بے نقطہ نہین پھر پس جبتک تمھارا نام بھی بے نقطہ نہ ہوجائے کتاب کوڑی کی نہین۔ اور یہ محال ہے اس لطیفہ پر دربار پھڑک اُٹھا اور شیخ صاحب نے معرکہ مار لیا

اس قسم کی گلفشانیان شیخ صاحب کی روز ہوا کرتی تھین اور اُن کی خاطر مدارات بھی برابر جاری تھی۔ مگر کوئی خاص کار نمایان نہوا تھا جس سے اعلے ترقی کا موقع ملتا۔ دفعتًہ ہیمو بقال کا واقعہ پیش آیا۔ اور اُسنے علم بغاوت بلند کیا اکبر کی خلقی اولوالعزمی ایسی خفیف بغاوت کو خیال مین بھی نہ لاتی مگر شیخ جیلی نے کمال ہی کیا کہ بادشاہ کو فورہی توجہ کی ضرورت پڑی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہیمو کی سرکشی کی خبرین جب حد تواتر کو پہونچ گئین اور نہ اُسکی سرکوبی کی ہنوز کوئی تیاری بادشاہ کی طرف سے ہوئی تھی کہ ملا صاحب کی زبانی یہ تمام واقعہ شیخ صاحب کو معلوم ہوا۔ ان کو انتہا سے زیادہ تہا آیا اور بیحد پیچ و تاب کھا کے دربار مین پہونچے۔ اکبر ابھی جھروکے ہی مین تھا کہ آپ نے حاضری کی اجازت چاہی مگر موقع نہ ملا اور بھی بگڑے اور خون پی کے رہ گئے۔ جب بادشاہ برآمد ہوے شیخ نے عرض کیا کہ اتنے بڑے بادشاہ سے ایک بقال کا یون بگڑ بیٹھنا بالکل نا زیبا ہے ہمارے جلد مین جتنے بنئے بقال تھے ہم سب کو دبائے رکھتے تھے۔ کوئی چون تک نہین کرتا تھا۔ آپکا اُسنے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ ہم ایسے بادشاہ

کی نوکری نہین کرتے۔ سلام علیک۔ خدا حافظ۔ بادشاہ نے جواب بھی نہ دیا بھاگ کر دربار سے چلے آئے۔ اور سیدھے ہیمو کے پاس پہونچے وہ بنیا اور کیسا بنیا کہ جیسے گھوڑے کی چڑھی تھی انکا آنا غنیمت سمجھا کر دربار کے آدمی ہمارے پاس ٹوٹ کے آنے لگے۔ مگر شیخ نے نہ اپنا کوئی ارادہ ظاہر کیا نہ کوئی درخواست بیان کی۔ چپ چاپ وہان ٹھہر گئے تیسرے دن ہیمو دتون کر رہا تھا اور شیخ صاحب سامنے کھڑے تھے اُسنے تھوکا تو ایک چھینٹ اُنپر پڑ گئی۔ بس اللہ دے اور بندہ لے چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور دانت سے ناک اُتار لی۔ ہرچہ نویس تو لگے ہی ہوئے تھے فوراً اکبر کو خبر ملی اُدھر شیخ جی بھاگے اور سیدھے چلہ کا رخ کیا۔ مگر بادشاہ نے سانڈنی سوار دوڑا دیئے کہ جہان ملین پکڑ لاؤ اور ایسا ہی ہوا کہ جنگل مین پکڑے گئے اور محل کے دربار مین حاضر کیے گئے۔ اکبر نے اُنکی بڑی عزت کی اور اس کارگذاری کی قدر فرمائی منصب اور تنخواہ مین اضافہ ہوا۔ گو شیخ صاحب اپنے بیوی بچون کو یاد بہت کرتے تھے۔ مگر خرچ نہین بھیجتے تھے۔ اور اُس زمانہ مین یہ بات مشکل بھی تھی۔ مگر ملا صاحب اُن کی تنخواہ اور انعام لے لیا کرتے اور بغیر اُن کی اطلاع کے خفیہ طور پر اُن کے گھر پر ہزار ہا روپیہ بھیجتے رہتے وہان بڑا لڑکا سیانا ہو گیا تھا اور خدا داد دولت نے ہر طرح کا حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ اُسنے بڑا عالیشان مکان بنوایا اور ہر طرح کی آسایش و آرایش کے سامان مہیا کر لیے۔

ادھر شیخ صاحب تجرد کی وجہ سے زیادہ گھبرا گئے۔ احتیاط کا اقتضا ہی سمجھنا چاہئے کہ کوئی جدید تعلق نہین پیدا کیا۔ مگر ملا صاحب انکو صلاح دیا کرتے تھے نکاح کر لو۔ آخر جب بہت تنگ ہوئے دربار سے رخصت چاہی گر نا منظور ہوئی۔ ناچار ایک رات چھپ کے چلدیئے۔ جو کچھ روپیہ اشرفی

؎ اس واقعہ کو تاریخ سے مطابقت نہین دینی چاہیئے تاریخ مین ایسی فروگذاشتین ہزارہا دن ہوتی ہین خاص تحقیقات اور معلومات کی باتین ہین جنکے لیے الہ یا فی ایک کر دیا گیا ہے ۱۲ مؤلف

بچا کھچا پاس تھا گھر میں باندھا اور سیدھے چل کر پہونچ گئے ع
طبیعت پختہ مضمون ہی جدھر آئی ادھر آئی

نواں باب

بے اعتباری اور موت

محلہ میں پہونچ کے مکان ڈھونڈھتے ہیں تو پتہ ہی نہیں لوگوں سے پوچھا تو ایک عالیشان محل بتا یا گیا۔ یقین کس کو کہ یہ ہمارا جھونپڑا اگر کے محل ہوگیا دروازہ پر ٹھہر گئے اور لوگوں پر خفا ہونے لگے کہ ہم سے دل لگی کرتے ہیں اندر سے بیٹا نکل آیا اور سعادتمندی کے ساتھ قدمبوس ہوا مگر شیخ صاحب بڑے غصہ میں مکان پوچھا اُسنے بیان کیا کہ آپ نے جو روپیہ بھیجا اُس کا مکان تیار ہوا۔ یہ سب آپ ہی کا ہے والدہ صاحبہ نے چند روز ہوے انتقال کیا اسکا صدمہ ایسا ہوا کہ شیخ کے حواس جاتے رہے۔ مکان کی تبدیل ہیت کا اعتبار ہی نہ تھا کیونکہ خود تو روپیہ بھیجا نہ تھا اُسپر بیوی کا واقعہ سُن لیا۔ جب سُن ہوکے رہگئے اور بیٹے سے الگ ہٹ کھڑے ہوے اُسنے ہرچند سمجھایا محلہ والوں نے لاکھ سر مارا مگر ایک نہ مانی اور بستی سے باہر ایک جھونپڑی اپنے اُسی روپیہ سے بنوائی جو ساتھ تھا۔ اور پاؤں توڑ کے بیٹھ رہے سن بھی اب زیادہ ہوگیا تھا اور دنیا کی بے اعتباریوں سے گھبرا گئے تھے سب کنارہ ہی مناسب معلوم ہوا۔ بیوی کی وفات سے اور بھی دل سرد ہوگیا تھا اور ایسی ہمخیال اور غمخوار بیوی ملتی کہاں ہے غرضکہ یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے ایسا بے نظیر شخص دنیا کو فائدہ پہونچانے سے ہاتھ کھینچ کے بیٹھ گیا۔

سات برس تک مسلسل اُسی جگہ گزار دیے اور ۹۔ رجب سنہ ۱۰۱۲ھ کو اسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور حسب وصیت اُسی جھونپڑی میں دفن کیے گئے۔ بزرگ تھے خدا مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

پیدا ہو وہ کہتا تھا کہ مرنے کے بعد خاک ہو گئے چلو چھٹی ملی - مگر یہ خیال اُس کا
اُس وقت سے ہوا تھا جبکہ اُسنے کئی آدمی مرتے اور قبر مین رکھے جلتے دیکھے
تھے ورنہ پہلے وہ صرف اس لیے کہ مین نہین مرا ہون مرنے ہی کا قائل نہ تھا
تو آدا گون کیا - اسکا خیال تھا کہ بتون کے سامنے پوجا کرنے مین بڑی مشکل یہ ہی کہ وہ
کسی بات کا جواب نہین دیتے - البتہ آفتاب کی پرستش پر اسکا دھیان
تھا وہ اس لئے تھا کہ جب اسکو پوجتے ہین تب ہی تو جاڑون مین دھوپ
کھانے کا موقع ملتا ہے اور بسر دی سے وہ ہم کو بچاتا ہے ورنہ خفا ہو جائے
اور نہ نکلے تو مارے جاڑے کے اکڑ جائین - ندیون کی پوجا کو بھی وہ اچھا
جانتا تھا کہ ان کا پانی گرمیون مین بہت شفاف اور ٹھنڈا ہوتا ہے - برگد کے
درخت کے پوجنے سے وہ متفق نہ تھا اُسکا خیال تھا کہ اس کے پھل صرف
چڑیون کے کام آتے ہین وہی پوجا کرین آدمیون کو اس سے کچھ فائدہ نہین
گئو ماتا کا وہ بہت ادب کرتا تھا کہ سیرون دودھ دیتی ہے - گھی الگ
چکنے مین آتا ہے - دہی مین گڑ ملا کے کھانے کا مزہ کچھ نہ پوچھو اسوجہ سے ایسی
عمدہ چیز کو ضائع کرنا حماقت ہی - وہ تو بکریون کے ساتھ بھی ہمدردی کرتا
مگر اُسکا گوشت پوست اُنھین سے بنا تھا اس لئے کچھ زیادہ خیال نہ کیا
علاوہ اُس کے دودھ دہی اُن مین اس افراط سے کہان جو گائے بھینس ہی الغرض
اُسکا مذہب کچھ عجیب سمویا ہوا تھا - اور حق یہ ہی کہ اُسے ہر طرح کے اجتہاد
کی قدرت حاصل تھی وہ جو مذہب اختیار کرتا یا خود موجد ہوتا اسکے لیے حق بجانب
تھا - مگر اُس نے عمداً ان جھگڑون مین پڑنا پسند نہ کیا اور ایک لو مگو حالت
مین بسر کر دی - ورنہ آج شیخ چلی کا مذہب بھی بہتر مین ایک نمبر لئے ہوتا
اُس کو درحقیقت ایسی پڑی ہی کیا تھی کہ اس درد سری کو مول لیتا وہ بجائے
خود یہ تسلیم کر چکا تھا کہ انسان کو جہان تک ممکن ہو آزادی اور سادگی سے بسر
کرنا چاہیئے - اور جس ڈھب سے کام چلے چلا لیا جائے - زیادہ غور کرنے سے
دماغ الگ تھکتا ہے - طبیعت جدا پست ہو جاتی ہی - پھر نتیجہ معلوم کہ
کچھ نہین - اور اس استغنا کی خاص وجہ یہ تھی کہ اُس کی ذہنی

قوت کے عادی دوسرون کے انتہائی معقولات کے مسادی تھے بس وہ جانتا تھا کہ میرے سرسری انتقالات ذہنی کے نتائج کا تو کوئی متحمل ہو ہی نہین سکتا دقیق باتون کو کیسے سمجھاؤن۔ اسی وجہ سے اُس نے اپنے دماغ کو اُس حد تک استعمال ہی نہین کیا جس کی دوسرون کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس مین وہ بجا بھی تھا۔

گیارھوان باب

طرز معاشرت اور بعض ذاتی خصائص

چونکہ شیخ نے ابتدائے عمر سے سادگی کے ساتھ زندگی بسر کی اس لئے دربار اکبری مین پہونچنے تک تو بغیر کہے ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اُسکو تکلیفات کی پرواہی نہ تھی اور وہ اس قدر صاف اور مبالغہ پن کے ساتھ رہتا تھا کہ دوسرے بن نہ پڑے چنانچہ اُس کے حالات خود شاہد ہین کہ اُس نے کبھی نمایش اور تکلف کو پاس نہین آنے دیا وہ غذا مین تو اسقدر بے پروا تھا کہ کئی مرتبہ اشتہائے صحیح مین اُس نے اپنی محبوبہ بیوی کو روٹی پکانے کی بھی تکلیف نہ دی۔ اور دال۔ چاول آٹا۔ جو کچھ موجود تھا یون ہی استعمال کر لیا۔ اُس کو یقیناً معلوم تھا کہ غذا کی غایت پیٹ بھرنا یا بھوک کی تکلیف سے نجات پانا ہے۔ جو بغیر پکائے بھی ممکن ہے پھر ضرورت کیا کہ ایک وقت طلب امر کے لئے بوہی کو الگ تکلیف ہو اور خود بیجا انتظار کی زحمت اُٹھائے بھوک مین مٹی کا تو الرسونے کا ہوتا ہے۔ بس اسی پر اس کا عمل تھا اور بڑی ہمت سے وہ اسپر نباہ بھی کر لیا کرتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ بیماری کے اسباب اور مرض کے موجبات غذا بد پرہیزی یا فاقہ رہی۔ علتین ہرگز نہین وہ کہتا تھا کہ جب پیٹ مین کچی روٹی ہضم ہو جاتی ہے تو آٹا کیون نہ ہضم ہو ہمیشہ نہ ہی کھایا کرتے ہین آج کیا وجہ کہ دہی سے زکام ہو جائے اگر دہی مضر ہوتا کبھی ہو کبھی نہ ہو یہ عقل کی بات نہین ہر یا بیماری مین کبھی کہ کھایا جائے دودھ کی ممانعت ہو

شیرینی سے پرہیز کرو۔ یہ سب واہیات باتین ہین - بیماری مین ضعف ہوتا ہے اور گھی طاقت لانے والی چیز ہے - پس ضرور عین بیماری مین کھانا چاہیئے تاکہ ضعف نہ آنے پائے۔ اسی طرح دودھ اور شیرینی تو بخار مین کھانا فرض ہے کیونکہ منھ کا مزہ کڑوا ہو جاتا ہے اُس کے بدلنے کے لیئے میٹھی چیز سے زیادہ کوئی ضروری بات ہی نہین۔ وہ لرزہ اور بخار کی علت صاف طور اس طرح بیان کر دیتا تھا کہ جاہل اور گنوار تک سمجھ جاتے تھے - یعنی جب دھوپ مین بہت دیر تک رہوگے ضرور بدن گرم ہو جائیگا - یہی بخار ہے اور جاڑا اس لیئے آتا ہے کہ برسون سے خصوص سردی کے دنون مین جو پانی پیا جاتا ہے وہ جمع ہوتے ہوتے اور پیٹ کی کوٹھری مین جہان مطلق گرمی یا آگ نہین پہونچ سکتی ٹھنڈا رہتے رہتے بدن مین کپکپی پیدا کر دیتا ہے - یہی لرزہ ہے اسی پر دلیل یہ لاتا تھا کہ دیکھو جاڑون مین جب سرد پانی پیو تو بدن کانپنے لگتا ہے پھر پیٹ مین اتنا بہت سا پانی جمع رہے اور لرزہ نہ آئے اسکے کیا معنی -

دست آنے کے متعلق بھی اُس کا یہ اعتقاد تھا کہ کسی دن پانی زیادہ پی لیا گیا بس پیٹ کے اندر فضلہ گھل گیا اور پتلا ہوکے نکلا -

پیٹ مین درد اسوجہ سے ہوتا ہے کہ آنتین تو بڑی ہوشیار ہین - جب کھانا اُنمین پہونچتا ہے تو اتفاق سے ایک آدھ کو نہین ملتا ہے بس وہ دوسری آنتون سے لپٹتی اور چھینتی ہے - اب یہ سب پیٹ کے اندر دوڑتی دوڑتی پھرتی ہین اُن کے چلنے اور دوڑنے سے پیٹ مین ان کے پاؤن زور زور سے پڑتے ہین - اور دکھنے لگتا ہے -

دربار اکبری مین جب وہ پہونچا ہے تو وہان کے امرا اور خواجہ تاشون نے اُس کی پر تکلف دعوتین کین مگر وہ ہمیشہ شاکی اور متنفر رہا جسکی وجہ یہ تھی کہ کھانے تو اسقدر لذیذ مگر کثرت اتنی کہ ایک ایک لقمہ بھی لیا اور پیٹ بھر گیا - پس منھ مین ایک لقمہ کا مزہ کیا معلوم ہو سکتا ہے - جب تک ہر چیز کو بہت سی نہ کھایا جائے تو کبھی ذائقہ نہین ملتا - ایسے کھانون سے بجز اس کے کہ غصہ آئے کہ ہائے کچھ نہ کھایا کوئی حاصل نہین

ہے۔ اسوجہ سے اُس نے چند روز کے بعد دعوتون مین جانا چھوڑ دیا
اور ملا دو پیازہ کے گھر پر چونکہ رہتا تھا اُن کے کھانون سے بھی
ہچکچاتا رہتا اور ذرا اُن کی آنکھ بچی کہ بازار سے سیر آدھ سیر چنے
بھنوا منگائے یا دس پانچ سیر جیہ مین دو تین سیر گاجرین کبھی چنے کے ستو
لیئے اور پیٹ بھر کھاکے آسودہ ہو لیا۔

جب ملا صاحب کے یہان رہنے سے زیادہ تکلیف ہونے لگی اور اپنی پسند
اور آزادی کے ساتھ کھانے کا موقع کم ملنے لگا تو شیخ الگ مکان مین اُٹھ گیا مگر
باورچی خانہ کا انتظام نہ کیا۔ اور کھڑا کھیل فرخ آبادی بازار سے کچھ لیا
کھاپی کے ٹھکانے لگا دیا۔

لباس مین ہمیشہ سادگی کا لحاظ رکھا۔ یورپ کے اصول اسکو اُس وقت معلوم
تھے جنپر آج عمل ہو رہا ہے۔ یعنی وہ موٹے کپڑے کو بہت پسند کرتا تھا اور اُس
زمانہ مین ملکی صنعت کے گاڑھے دھوتر اسکی مرغوب ترین چیزین تھین
دوسوتی کی مرزائی یا پنیچ جامہ وہ اکثر پہنتا۔ گرمیان جاڑے برسات
ہر موسم مین اصول صحت کے قاعدہ سے اُسکا لباس خالی نہ تھا
یعنی جاڑون مین مسامات بند ہونے کا اُسکو کامل یقین تھا اس لیئے سفلتاً باریک
کپڑا استعمال کرتا جسکی کھلی دلیل یہ تھی کہ ایک تو مسامات بند اُسپر اگر گرم لباس
پہنا جائے تو یقیناً دوران خون مین فرق واقع ہوگا اس لیئے ہلکا اور باریک
لباس پہننا چاہیئے اسی طرح گرمیون مین گرم اور موٹا لباس اختیار کرتا۔

درباری لباس مین اُسکو ہمیشہ اُلجھن اور بیچینی رہی۔ بڑے بڑے گھیردار
جامے اور کمر مین پانچ سیر کا پٹکا سر پر گران بار رفیدہ شلوار کی قطع نرالی
یہ تکلفات اُسکو بہت ناگوار تھے۔ وہ بے قید رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ اور اسی وجہ
سے وہ کبھی کبھی دربار مین بالکل تحت اللفظ ایک جانگھیا یا مرزائی پہنے چلا جاتا
اُسکو الناس باللباس کے مشہور مقولہ سے کبھی اتفاق نہ تھا۔ وہ ذاتی خوبیون کے
سامنے صفات اضافی کو کچھ چیز ہی نہ سمجھتا۔ اُس کا قول تھا کہ گدھا
جل اطلس سے گھوڑا ہو جائے تو ہو جائے۔ مگر انسان لباس فاخرہ سے

گھوڑا ہو نہین سکتا۔ نہ برہنہ رہنے سے وہ گلے بیل ہو جائے گا۔ انسانی خوبیان تمام لباس اور آرائش سے افضل ہین اور کامل آدمی کبھی اُس کا مقید ہو ہی نہین سکتا۔ ستر عورت کے متعلق اُسکا انوکھا خیال آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ یعنی جب تمام اعضا ایک ہی جسم مین ایک ہی انسان کی ملکیت ہین تو کوئی وجہ نہین کہ ہر عضو کے کھولنے یا چھپانے پر تو آدمی آزاد ہو۔ اور ایک خاص چیز کو ہمیشہ بند اور ڈھکا رہنے پر مجبور رہے کیا اُسپر ہمکو حق ملکیت حاصل نہین ہے۔ کیا ہم اُس کے مطیع ہین کہ ہمیشہ ڈھانپے رہین۔ اصول صحت کے اعتبار سے بھی وہ اسپر بحث کرتا تھا کہ اعضا کو ہوا پہونچنے سے تازگی اور تندرستی رہتی ہے پھر کیون سب کے ساتھ یکسان برتاؤ نہ کیا جائے۔ اس حکیمانہ خیال سے وہ بھی کبھی مخلی بالطبع ہو کے بالکل برہنہ ہو جاتا یا جسم اسفل کو کھلا رکھتا اور اعلی کو ڈھانپ لیتا۔

اخلاق کے اعتبار سے وہ ایک سراپا تہذیب بلکہ شرح تہذیب تھا اُسنے بارہا لوگون سے محض اخلاقاً ایسے وعدے کر لیے جنکے پورے کرنیکا اُسے خیال بھی نہ آیا۔ وہ کسی کی دلشکنی گناہ کبیرہ سمجھتا تھا اکثر اُس نے دروغ مصلحت آمیز برازراستی فتنہ انگیز کے بھروسے پر سازشی گواہی دی اور کسی مجرم کو بچالیا دعوتین تو اکثر دیا کرتا اور مہمانون کی خاطر مدارات یا کھانا موجود ہونے کی صورت مین وہ کسی پڑوسی کے مال پر تصرف کرنا نہ صرف ضروری سمجھتا تھا بلکہ واجب خیال کرتا تھا۔

لڑکون کے ڈھیلون کا اُسنے کبھی خیال ہی نہ کیا اور تحمل کیسا تھ اُنکی اذیت گوارا کر لیا کرتا۔ مگر محض اس خیال ہمدردی سے کہ لڑکے زیادہ شوخ نہ ہو جائین اور ایسی ہی کوئی حرکت اپنے والدین سے نہ کر بیٹھین۔ راہ چلتے کسی لڑکے کو پکڑ کے وہ فرار واقعی گوشمالی کر دیا کرتا۔ سکی انسانی ہمدردی قابل تعریف ہی۔

وہ زاہد خشک تو خدا نخواستہ کیون ہونے لگا بلکہ ایک بذلہ سنج خوش مزاج آدمی تھا ظرافت اور مزاح مین کبھی نہ چوکتا۔ ایک بار اُس نے اپنے مہمانونکو

جمال گوسے ڈیڑھیے کاس سے زیادہ تفریح کا شغلہ ہی نہ تھا۔ ملا دوپیازہ کے طہارت کے لوٹے مین مرچین گھول دین۔ ملا صاحب کا خفا ہونا اور اُسکا مارے ہنسی کے لوٹنا عجب سمان تھا۔ ایک بڑھیا اکبرآباد مین رستے سے جا رہی تھی آپ نے اُس کے قریب جاکے باد مخالف صادر کر دی اور بڑھیا سے کہا ”لے دے میرا نام“

حاضر جوابی مین اسکا کوئی مقابل ہی نہ تھا۔ شیخ اور میخ کے قافیہ کا مشہور لطیفہ اُسی کی طبیعت خداداد کا نتیجہ ہے جس سے جاٹ بیچارہ کولہو کا نام سنکر حیران رہگیا۔ ایک شیعی عالم سے اکبر نے اُسکا مناظرہ کرادیا اور انصافاً بازی شیخ کے ہاتھ رہی۔ عالم نے کہا ہاتھ باندھ کے نماز پڑھنا درست نہین ہے مشرکین مکہ آستینون مین بت رکھ کے نماز مین شریک ہوتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ممانعت فرمائی کہ ہاتھ باندھ کے نماز پڑھی جائے اسکا جواب شیخ نے یہ دیا کہ ہان وہ بھی حکم ہوا تھا مگر جن کی آستینون سے بت نکلے اُنکو تو ہاتھ کھول کے نماز پڑھنے کا ارشاد ہوا اور جنکے پاس نہین نکلے وہ ہاتھ باندھکے پڑھتے رہے۔

اُسکا حافظہ معمول سے زائد قوی تھا۔ اکبرآباد مین جب وہ آیا تو پہلے پہل ہاتھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اُسکو اُسنے اپنی کتاب یادداشت مین ٹانک لیا ”ہاتھی“ چند روز کے بعد فصلی میوہ امرود بازار مین دیکھا اسکا نام بھی پوچھکے لکھ لیا ”امرود“ زمانہ گذر گیا اور یہ دونون لفظ اسکے پاس لکھے رہے جب وہ دربار سے خفا ہوکے چلا آیا اور جھونپڑے مین رہنے لگا۔ ایک دن ایک ہاتھی چرکناے کے اُدھر سے نکلا گانون کے لوگون نے ایسی عجیب چیز دیکھ کے بڑی حیرت کی اور سمجھ مین نہ آتا تھا کہ یہ ہے کیا۔ شیخ جلی کو خبر ہوئی اور ہاتھی دیکھ فوراً حافظہ نے یاد دلایا کہ مین نے اسکو دیکھا ہے اور لکھ بھی لیا ہے جلدی جلدی یادداشت نکالی اور لوگون سے کہنے لگا مین سمجھ گیا تم گھبراؤ نہین یا تو ہاتھی ہے ورنہ امرود ضرور ہی ہے۔ یہ کہکے شیخ رو پڑا کہ ہمارے بعد یہ باتین کون بتائیگا۔

شیخ کی شجاعت کا رتبہ یہان تک پہونچ گیا تھا جسکی نظیر تو ہیمو کے واقعہ سے مل سکتی ہے۔ اسکی پر قوت طبیعت مین خوف و ہراس پیدا ہی نہ ہوسکتے تھے نہ اُسنے کبھی جبن لے کام لیا۔ مستقل مزاجی شجاعت کا ایک جوہر خاص ہے وہ شیخ کو پوری پوری حاصل تھی جسکی وجہ سے اُسکے کسی کام مین ہلا بیتی اور بے ترتیبی ہونے ہی نہ پاتی تھی۔ گھبرانا یا پریشان ہونا تو اُسنے سیکھا ہی نہ تھا مگر تمام عمر مین ایک بار وہ اس درجہ بوکھلا گیا اور اتنا بدحواس ہوا کہ گویا وہ مجنون ہوجائیگا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ جب گھر سے نکل کے سفر کر رہا تھا ایک دن ایک قصبہ مین پہونچا۔ وہان ایک مبتذل سرا تھی جسمین وہ فروکش ہوا۔ کوٹھریان تنگ سائبان ندارد۔ صحن چھوٹا اور غلیظ لید اور گوبر کے انبار لگے ہوے کوڑا کچڑا ڈھیرون پڑا ہوا۔ اور برسات کا موسم نیم کے پھل تمام سڑے ہوے صحن مین پھیلے تھے۔ کیچڑ کی انتہا نہین۔ ایسی خراب جگہ مین اسطرح کا میرزا منش اور نازک مزاج آدمی ایک گھڑی نہین ٹھہر سکتا۔ مگر مجبوری لاچاری سب کچھ کراتی ہے۔ شیخ بیچارہ ایک کوٹھری مین ٹھہرا۔ اُمس اور گرمی کا تو اُسنے کچھ خیال نہ کیا نہ اسکی اصلی صحت اور طبعی قوت ان خارجی امور کو مانتی تھی۔ مگر رات کو مچھرون نے شیخ کی گرمی صحبت کو اپنا افتخار سمجھا۔ اور چارون طرف سے دل کے دل ٹوٹ پڑے۔ شیخ نے پہلے تو ہاتھون سے کام لیا اور بعض دفعہ کان کے پاس مچھڑ نے جب نفیری بجائی اور باضابطہ نوٹس دی کہ مین آپہونچا غصہ مین ایسا لپڑ جمایا کہ اپنی ہی کنپٹی جھنا گئی۔ جب مچھڑون نے زیادہ نرغہ اور دست درازی کی تو بہادر شیخ نے جھپٹ کے تلوار گھسیٹ لی اور بزن بولدیا۔ مچھرون کے کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ لاش پر لاش گرتی تھی سارا پلنگ تمام کوٹھری لہولہان ہوگئی اور یہ بہادر شیر دل برابر دودستی پھینک رہا ہی مچھڑ نے چین کی اور شپ سے رسید کردی۔ کان کے پاس بلا اور پیترا بدل کے تماچے کا ہاتھ مارا مگر پھر بھی بلا سے بے درمان تھے۔ ایک ہون دو ہون سو ہون ہزار ہون تو کوئی مارے یہ تو لاکھون سے تھے اور تابڑ توڑ مدد آرہی تھی۔ فوجون پر فوجین چلی آتی ہین۔ جس طرح آج کل ٹرانسوال پر

لام بندھا ہوا ہے نفیری بج رہی ہے جس سے کوٹھری گونج اُٹھی۔ اب شیخ تھکا اور بازو سست ہو گئے۔ پھر برابر وار کرتا رہا۔ آخر کب تک تازہ دم رہتا۔ ساتھ ہی حواس بھی کم ہیں۔ آپ جانئے لڑائی میں حواس ہی کا کھیل ہے۔ یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اور غضب یہ ہوا کہ ایک تازہ دم فوج مچھروں کی آ موجود اور آ پڑی۔ اور یہ خاص ملیشیا کی پلٹنوں سے مرتب تھی لیجئے اور بھی ہوش بگڑے باہر مینھ موسلا دھار برس رہا ہے۔ بھاگنے کا بھی رستہ نہیں کس مصیبت میں جان پڑی ہے۔ سب پر طرہ یہ کہ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ مچھروں نے بھگا دیا۔ مگر اب تو جان ہی پر بنی ہے اور طاقت و حواس دونوں نے جواب دیا۔ ناچار اسی طرح شمشیر خون چکان ہاتھ میں لیے ہوئے شیخ کوٹھری سے بھاگا۔ صحن میں کیچڑ اور پانی سے پاؤں نہیں ٹھہرتا۔ گھبراہٹ میں ایک گھوڑے کی بچھاڑی سے پیر اُلجھا اور دھڑام سے گرا۔ اُٹھا اور پھر بھاگا پھاٹک بند سارے مسافر سوتے ہیں۔ بھٹیاریاں الگ خراٹے لیتی ہیں کدھر جائیے کیا کریے آخر زور سے غل مچا دیا کہ دوڑو لوگو دہائی ہے سب اُٹھ پڑے تو شیخ صاحب کو اس ہیئت کذائی سے دیکھا کہ ننگی تلوار ہاتھ میں خون ٹپک رہا ہے۔ کپڑوں پر لہو کے تختے جمے ہیں اور سخت بدحواس ہیں۔ لوگ سمجھے ڈاکہ پڑا۔ اب پوچھتے ہیں تو شیخ کچھ بتاتا نہیں ایک تو تھکاوٹ دوسرے گھبراہٹ۔ بارے دیر کے بعد حواس ٹھکانے ہوئے یہ قصہ جہاد بیان کیا لوگوں نے دلاسا دیا بڑی تعریف کی۔ بس یہاں تو شیخ کے استقلال اور جمعیت خاطر میں ذرا سا اختلال آ گیا تھا ورنہ کیا طاقت کہ وہ سخت سے سخت معرکہ میں بھی گھبرائے۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

نصبات دیہات میں خانہ جنگیوں کی کیا کمی۔ شیخ کو ایسے اتفاقات بارہا پڑے ہیں۔ اکیلا دس دس کے مقابلہ میں ڈٹ گیا۔ گھر میں جھینگر لوٹا اور اُس نے دھڑ سے لاٹھی رسید کی۔ چوہوں کا تو ناس ہی کر دیا۔ کھیت میں چڑیوں کو

پھٹکنے تک نہ دیتا۔ کتے اُس کی تلوار کی کھاٹ روز ہی اترا کرتے اُس کی دھاک تمام قصبہ مین اور ارد گرد کے دہات مین بندھی ہوئی تھی۔ ایسا جیالا منچلا سپاہی دیکھا ہی نہین۔

ایک دفعہ اُس کے قصبہ مین ایک شیر جنگل سے بھٹک کے آگیا۔ اور کئی آدمیون کو زخمی کر ڈالا۔ شیخ کو اسوقت خبر ہوئی جب لوگون نے شیر کا کام تمام کر دیا تھا مگر اس کو اس قدر جوش اور غصہ آیا کہ میان گھر ہی مین چھوڑا اور تلوار سوت کے لیکا۔ شیر کی نعش بارے تلوارون کے چورنگ بنادی تب اسکا غضب جلادت ٹھنڈا ہوا۔

شیخ کی غیرت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ فاقہ کی حالت مین بھی کسی سے سوال کرنا اُسکے لیے موت تھی۔ اہل جیران اُسکی مصیبت مین کبھی شریک ہو جاتے تو اُسپر لاکھون گھڑے پانی پڑجاتا۔ اور مارے غیرت کے جس طرح ممکن ہوتا وہ اس احسان کا بدلہ ضرور کر دیتا۔ اسکا چھوٹا بچہ جاتا رہا۔ اہل محلہ مخصوص ہمسایہ کے لوگ شریک ہوے اور معمولی طور پر کفن دفن سے فراغت ہو گئی۔ اب شیخ کو فکر ہوئی کہ کسی طرح پڑوسی کا احسان اُترے۔ مگر اتفاق سے جلد کوئی موقع نہ ملا۔ مدت کے بعد ایک بڑھیا چل بسی۔ شیخ سویرے ہی دروازے پر پہونچ گئے اور کمال کشادہ پیشانی سے شریک رہے۔ جب سب باتون سے فراغت ہو گئی۔ شیخ نے بڑے ناز کیساتھ صاحب میت سے کہا کہ بھائی آج اللہ نے تم سے سرخرو کیا اور تمھارا احسان سر سے اُترا۔ آیندہ بھی ضرورت ہو تو مجھے ضرور خبر کرنا۔

جن دنون شیخ سفر غربت مین تھا ایک دن ایک گاؤن مین پہونچا وہان نہ دوکان تھی نہ مسافرخانہ نہ سرا۔ اور کسی سے جان نہ پہچان مگر گاؤن کے زمیندار نے اسکو کمال منت سے اپنے گھر لیجا کر کھانا کھلایا۔ شیخ نے بمقتضاے انسانیت کھانا تو منظور کر لیا لیکن اُسکے دروازے پر سونے کے لیے محض غیرت کی وجہ سے کسی طرح گوارا نہ کیا۔ اور میدان مین ایک املی کے درخت پر چڑھ کے رات بسر کر دی۔ صبح کو اپنے میزبان کا شکریہ ادا کیا اور چلدیا

بارھوان باب

شیخ کی علمیت اور شاعری - اور دیگر فنون

شیخ کی تعلیم کا حال ہم اُسکی ابتدائی عمر کے حالات مین لکھ چکے ہین - مگر وہ صرف رسمی بات تھی کہ اُسکے باپ نے زبردستی اُسکو پڑھوایا - خیر اچھا کیا - درحقیقت اسکی استعداد علمی بہت کم تھی مگر وہ خداداد قابلیت جو فطرتاً اُس کی ذات مین ودیعت کی گئی تھی اُس کے سامنے رسمی علوم کی نہ حقیقت تھی نہ ضرورت - اُسکا جی حساب مین کبھی نہ لگتا - گویا اُس سے طبعی نفرت تھی گو وہ سو تک گنتی بے تکلف جانتا تھا - مگر اپنی ایجاد و اختراع کو اُسنے کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا - یعنی بیس تک تو وہ فر فر گن جاتا - اُسکے آگے اکیس کے عوض بیس پر ایک بیس پر دو اسی طرح بیس پر نو کے بعد وہ تیس کہتا - اور تیس پر نو کے بعد بجائے چالیس کے دو بیس اور ساٹھ کو تین بیس - اسّی کو چار بیس - اُسکے بعد پورے سو اور پھر سو پر دس یا بیس اسی طرح شمار کرتا - مگر حق یہ ہے کہ اس فن مین اُس نے مطلق بے توجہی کی اسلئے ہم کوئی فیصلہ نہین کر سکتے -

فن انشا مین اُسکی لیاقت کا حال معلوم نہین اسوقت ڈاک کی یہ آسانیان تو موجود نہ تھین اس لیئے خط لکھنے کا موقع ہی نہ ملا - البتہ وہ کچھ علمی مسائل یا حکمت کے معرکہ آرا مباحث لکھ لیا کرتا تھا جسکو زمانہ نے مٹا ڈالا پھر کیونکر اندازہ کیا جلے کہ اُسکی فصاحت و بلاغت کا کیا رتبہ تھا -

نظم مین البتہ اسکو زیادہ دلچسپی تھی اور شعر خوب لکھتا تھا اُسوقت کی زبان اُردو تو نہ تھی خاص دربار شاہی مین فارسی بولی جاتی تھی عوام کچھ بھاکا ملی ہوئی بولی بولتے تھے - اس لیئے اُسکی شاعری مین ان دونون خصوصیتون کی جھلک پائی جاتی ہے - اور یہ صنعت سب سے زیادہ مشکل ہے جب شاہزادہ سلیم کی شادی نواب جودھا بائی مہاراجہ بھگوانداس راجہ جے پور کی بیٹی سے ہوئی ہے - دربار اکبری کے شعرا نے بڑے صنائع و بدائع کے قصیدے - مبارکبادین - سہرے

وغیرہ لکھے - شیخ صاحب نے بھی یہ مبارکباد

ہمیشہ دلبرے سو جان مبارک باشد

لکھے تہنیت کی - اکبر نے اسکو اسقدر پسند کیا کہ اُسی وقت نوربائی رقاصہ خاص کو یاد کرائی گئی - اور عین نکاح کے بعد بزم طرب مین گائی گئی - اُسکی خوبی اُسکی مقبولیت ہی سے ظاہر ہے کہ آجتک جشنون مین ضرور گائی جاتی ہے - ہنر الہند یعنی رنڈیوں کا طائفہ بھی اس مبارکباد کو ضرور گائیگا - تذکرہ نگارون کو اختلاف ہے کہ یہ شعر ؎

ضمناً ضمنی بہم آوردہ تے ہین ‌‌ تو چھیڑا اُٹھانے کو کم آوتے ہین

شیخ جلی کا ہے - یا لال بھکڑ کا مولانا غلام علی آزاد بلگرامی تو خزانہ عامرہ مین شیخ جلی ہی کا ثابت کرتے ہین - مگر صاحب آتشکدہ لال بھکڑ کے طرفدار ہین اور مین حضرت آزاد سے متفق ہون کیونکہ ایسی سلاست اور بندش کی چستی الفاظ - طرز ادا حضرت شیخ جلی کا خاص حصہ ہے - افسوس ناقدر دانی زمانہ نے جہان اور ہزارون گنج شائگان خاک مین ملا دیئے - اسی طرح شیخ کا دیوان اور دوسرا کلام یعنے بے بہا لعل و گہر اُس کے ساتھ ہی زمانہ سے ناپید ہو گئے چند اشعار متفرق طور پر جو زبان زد خاص و عام ہین درج کیے جاتے ہین - ہمنے انتخاب کو دخل نہین دیا ہے -

؎ اکتر بہت بہتر جو بہتر ‌‌ پھیتر چہیتر ستتر اٹھتر

؎ حسین آباد بنا جسکے نمودار ہوا ‌‌ گلشن تو ایسا کہ بادشاہ کا نام ہوا

؎ آغا تقی کے باغ مین اک تو پکڑ لسی ہے ‌‌ بندر کی شکل ہو کے پھندے سے لڑ رہی ہے

؎ چندا ماموں آجا آجا ‌‌ دھا جا دھپا جا سونیکا ٹکا دے جا

؎ اگر ہم باغبان ہوتے تو گلشن کو لٹا دیتے ‌‌ مگر ہم تتنگ ہوتے لگا کر پیچ عشق کا فلک پر کٹا دیتے

؎ زلف اس مکھڑے پہ اسطرح سے لہرا رہی ہے ‌‌ بھینس جسطرح سے کونڈے مین کھلی کھا رہی ہے

موسیقی مین شیخ کا وہی پایہ ہے جو بغداد مین اسحٰق موصلی کا تھا - ڈفلی اور ڈفالیون کا رہانہ آپ ہی کی ایجاد سے ہے - لنگڑی جو مرکٹون کی بنا کے بجے بجایا کرتے ہین - اُسکے اختراع کا فخر بھی اسی یگانہ روزگار کو حاصل ہے حضرت امیر خسرو[۱] نے اسی کو دیکھ کے ستار بنایا - سچ تو یہ ہے کہ خسرو کا ستار

[۱] فٹ نوٹ مجکو تاریخ مین کسقدر رہبر اور ید طولیٰ ہے داد دیجئے ۱۲ مولف

شیخ کی لنگڑی کا ہمیشہ ممنون رہیگا - ایجاد کا حق کبھی زائل نہین ہوتا اور موجد کی دماغی قوت ہر زمانہ مین قابل احسان سمجھی جائیگی - میری نزدیک ڈیوٹ کا موجد اور چرخہ کا بانی صدہا قطع کے لیمپون اور ہزارہا شکل کی مشینون کے بنانے والون سے بدرجہا قابل عزت ہین کہ اُنھون نے ایک صورت قائم کی - اب تم تکلفات سے جو چاہو کرلو - شیخ خوش گلو ہو یا نہو کیونکہ اُسکا گانا ہم نے نہین سُنا - مگر اصول موسیقی کا بہت بڑا ماہر تھا - گدھے کی نہیق مین وہ ہمیشہ تال سم قائم کرلیا کرتا تھا اور زیر و بم اُسی سے اُس نے حاصل کیا - نکھا داور بھیم کے سرون مین ایسے جوڑ لگائے کہ اچھے اچھے کلاونت کان پکڑتے ہین - جھنکر پر سم اور دون مین گنگری اُسی کی ایجاد ہے - سلارنگ وہ آدھی رات کو اور بھاک دوپہر کو اس طرح چھیڑتا کہ بے وقت کی راگنی کا الزام ممکن نہین اُسپر کوئی لگا سکے - دیپک عمر بھر مین ایک دن جب وہ سفر مین تھا گائی تھی - آج تک مہا بن مین آگ لگی ہوئی ہے - مشہور راگنیون کے علاوہ اپنی اختراعی راگنیان خوب ادا کرتا تھا - مثلاً ایک دُھن اُس نے صوت الحمیر نکالی تھی اس مین ایسے ایسے لہرے نکالے کہ آجتک نام ہے اسکا قول تھا کہ حنجرہ سے جو آواز نکل سکتی ہے وہ لے مین ڈوبی ہوتی ہے خواہ کسی کی ہو - طبلہ مین مکڑے بجانا تو اُس کے بائین ہاتھ کا کھیل تھا - جو تالہ ایسا بجایا کہ نے خان اُسکا نام لے کے کان پکڑتا ہے نغمۃ البعیر اسکا رسالہ اس فن موسیقی مین بہت مشہور ہے اسمین ٹھا پر سم کھانے کی ایسی باریک باتین بتاتا ہین کہ سمجھنا دشوار ہے -

اکبری دربار مین اس فن کے صلہ مین اُسکو اتنا کچھ ملا کہ اسحٰق کو مامون رشید نے بھی نہ دیا ہوگا -

علم ہیئت مین بھی اُسکو کسی قدر ملکہ تھا - دربار اکبری مین ایک حکیم نے بڑا سا برنجی کرہ پیش کیا - جو نہایت عجیب و غریب تھا - مگر شیخ نے اُسی وقت ایک زبردست غلطی ثابت کردی - اس برنجی کرہ مین درجون اور دقیقون کے خطوط مرکز سے قطر کی تقسیم کے لیے برابر کھینچے تھے تابت

یہ کہا جاتا تھا کہ زمین گول ہے اور خط استوا کے بجانب قطبین کی طرف اُس کو بتدریج تدویر ہوتی جاتی ہے۔ شیخ نے اعتراض کیا کہ زمین گول کیونکر ہو سکتی ہے اگر گول ہوتی ایک آدمی یا ایک چیز اُس پر قائم نہ رہ سکتی۔ ادھر اُدھر لڑھکتی پھرتی گولے پر کہیں ٹھہر جاتا ہے قطع نظر اُسکے سارے دریا سمندر اسی زمین پر جاری ہیں اگر زمین گول ہوتی تو تمام زمین پر پانی پھیل جاتا گولا آپ ہی ڈبکیاں کھاتا پھرتا یہ کیسی بدعقلی کی باتیں ہیں۔

شیخ باجرے کا ملیدہ اتنا خوش ذائقہ اور لطیف بناتا تھا کہ حلوائے مسقطی اور نان بشیر کی حقیقت نہ تھی۔ دوسرے کھانے بھی وہ پکا لیتا تھا اور اچھے پکاتا تھا۔ مگر ماش کی دال میں بتھوے کا ساگ اسکے واسطے مخصوص تھا۔ کھچڑی بغیر ادھن کے اُسنے کبھی نہیں پکائی اور نہ ارہر کی دال بغیر پالک کے ساگ کے اُسکو اچھی معلوم ہوئی۔

کیری کی چٹنی اور املی کا کھٹا بہت ہی لذیذ اور چٹ پٹا بناتا تھا کچے کیتھے کو نمک کے ساتھ کھانا اُسی کی ایجاد ہے۔ جنگلی بیر دن کو جوش دے کے وہ ایک قسم کی شراب بناتا تھا اُسی کا نام شراب الصالحین ہے۔

شیخ نہایت سادہ مزاج تھا اُس کو ہلکے ہلکے صوفیانہ رنگ بہت پسند تھے ملتانی مٹی میں وہ ہمیشہ اپنی لنگی اور چادر بہت ہی تکلف کے ساتھ رنگ لیا کرتا تھا۔ ببول کی چھال کا رنگ کاٹ کے وہ ایسا پائدار رنگ رنگتا تھا کہ کپڑا پھٹ جائے مگر رنگ نہ جائے۔ ایک بار اُس کے یہاں ایک بکری بیمار ہو گئی جس کو ذبح کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ شیخ کو خون دیکھ کے اُسکا شوخ رنگ ایسا پسند آیا کہ اپنا کرتہ پاجامہ دونوں اُسمیں رنگ لیے گوالیار کے اکثر رنگ اُسی کی ایجاد سے ہیں۔

حقائق اشیا کا ماہر اتنا بڑا کوئی ہوا ہی نہیں۔ غلہ کے تمام اقسام کو وہ بلا تردد پہچان لیتا تھا۔ اور سب کے نام اسکو حفظ تھے۔ اُن کی ترکیب استعمال میں بھی اُسنے کبھی غلطی نہیں کی۔ مثلاً گیہوں وہ ہمیشہ پسوا لیا کرتا تھا چنوں کو بھون کے کھانے کی ترکیب اُسنے نکالی تانبے پیتل۔ لوہے کو وہ الگ الگ تمیز کر لیا کرتا تھا۔

اور اُن کے رنگ صاف بتا دیتا تھا معدنی اشیا کو ہمیشہ فلزی چیزون سے ہمرا بتا دلہ کر لینے مین اسکو اہتمام رہا سونے چاندی کے متعلق اُسکو یہ بحث تھی کہ صرف رنگ کے فرق سے کیون قیمت مین تفاوت ہی۔ اسکے متعلق دربار اکبری سے زیادہ امتحان کا کون میدان نہ تھا۔ وہان جب اُسنے مناظرہ کیا ہر لوگسکو جواب دینے کی مجال نہ تھی اور وہ اس بات پر اڑا رہا کہ صرف ایک ذہنی فرق پر ایک چیز کو کم حقیقت دوسری کو گران قیمت کیون قرار دیا جاتا ہے چنانچہ اسی بنا پر اُسنے بارہا اشرفی کو روپیہ کے ساتھ برابر تبدیل کرا لیا اور صراف کو ماننا ہی پڑا۔

منطق الطیر مین بھی اُسکو کچھ ملکہ تھا۔ سویرے سویرے کوے کے بولنے پر وہ دن بھر مہمان کا انتظار کرتا رہتا۔ صبح کو مرغ بولتے ہی وہ سمجھ جاتا کہ تڑکا ہو گیا مرغیون کے کڑکڑانے کے ساتھ ہی وہ بیوی کو بتا دیتا کہ اب انڈے دینگی۔ گھر کے پلے ہوے طوطے کی بولی وہ بہت ہی جلد اور صفائی کیساتھ سمجھ جاتا تھا اور گھڑیون اسکی لغت مین باتین کیا کرتا۔

اسی طرح اور جانورون کی زبان جانتا تھا گھر کی بکریان جب رات کو غیر معمولی طور پر پکارتین وہ کہدیتا کہ بھیڑیا کیا آیا ہی جب بکری باہر سے چر کے آتی اور بچہ پکارتا تو وہ ہنس کے بیوی کو بتا دیتا تھا کہ دیکھو یہ دودھ مانگتا ہے اور مان بھی اُسکا جواب دے رہی ہے کہ ٹھہر جا پلاتی ہون کتون کی بات چیت چورون کے آنے پر اُسے برابر معلوم ہو جاتی اور بے تحاشا وہ پڑوسیون کو پکار کے اس خطرے سے آگاہ کر دیتا تھا گھوڑا اُسنے پالا ہی نہین مگر سرائے وغیرہ مین کسی کا گھوڑا رات کو ہنہنایا کہ اُسنے بھٹیاری یا سائیس کو ڈانٹا کہ گھاس مانگتا ہے گھاس۔

بیل اُس کے گھر مین جبتک رہے وہ اُن کی منطق ہی مین اُن سے بات چیت کیا کرتا مثلاً بیل کو دھیما اور قابو مین کرنے کے لیئے وہ ایک خاص آواز اور ادا سے چمکارتا اور وہ فوراً مان جاتا۔ یا چلنے کے لیئے جو الفاظ بیل کی زبان مین معین تھے۔ شیخ وہ ہی لفظ بولا کرتا۔ اور بیل چل پڑتا۔ یا پانی پلانے کی

باتیں اور ہی کچھ تھیں جس سے بیل فوراً متوجہ ہوجاتا اور گھٹ گھٹ پانی
پی لیتا ۔

بھینس کی آواز چونکہ زیادہ سُریلی اور خوش آیند ہوتی ہے شیخ کو بہت مرغوب
تھی خصوصاً جب وہ اپنے بچے سے ڈلار کی باتیں کرتیں تو شیخ زیادہ متوجہ ہوکر
سنتا ۔ اور خود زباندان تھا اسکو لطف بھی بہت ملتا اور ہنسا کرتا ۔

ہاتھی اکبرآباد میں بارہا دیکھا اور تمام ارکین سلطنت اُسکے بارے سب
چڑھنے پر مجبور کیا ۔ مگر وہ دانشمند ایسی جوکھم میں پڑنا پسند نہ کرتا تھا کہ
ایک چلتے پہاڑ پر بیٹھ کے اپنی تشہیر کرائے ۔ اسلیے کبھی ہامی نہ
بھری ۔ اور دور ہی سے اس کالی بلا کو سلام کیا ۔ مگر زبان اُس کی بھی جانتا
تھا ۔ اور اس فرق کے ساتھ کہ افریقہ کے ہاتھی عربی بولتے ہیں اور جنگلی بن کے
بھاکا ۔ اس کا ثبوت اسطرح ہوا کہ ایک افریقہ کا دوسرا جنگلی بن کا ہاتھی
دونوں ایک مقام پر موجود تھے پہلے ہاتھی کے فیلبان نے کہا میل میل ۔ اور
ہاتھی فوراً بڑھ گیا ۔ شیخ نے تڑسے بتا دیا کہ یہ عربی سمجھتا ہے ۔ میل اور مائل
ایک ہی مادہ سے ہیں ۔ فیلبان نے آگے بڑھنے کو کہا وہ چل نکلا ۔ دوسرے ہاتھی
کو دھت دھت کہا گیا وہ پیچھے ہٹا ۔ شیخ نے بتایا کہ دھت کلمہ زجر کا ہے اور
ہاتھی سمجھ گیا کہ مجھپر ملامت ہوتی ہے تو وہ ہٹ گیا ۔

بندر سے وہ بہت متنفر رہتا کیونکہ اسکی متانت کو اس مسخرے کی بیہودگیوں
اور شرارتوں سے کوئی مناسبت ہی نہ تھی اکبرآباد کے سفر میں جب اسکا گذر
بندرابن میں ہوا چاہا راستہ ہی چھوڑ دیں اور باہر باہر نکل جائیں چنانچہ
اُسنے جہان سے سنا تھا کہ آگے بندرابن ہے وہ وہیں سے کترا گیا اور داہنے ہاتھ
کو مڑ کے ایکطرف کو چل نکلا ۔ شام تک چلا اور کچھ اس ترکیب سے چلا کہ جہاں
سے مڑا تھا اور جہان شام کو پہونچا نیم دائرہ کی شکل میں راستہ قطع کیا ۔ اور
جب بستی میں پہونچ کے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ بندرابن ہے ۔ لاحول ولاقوۃ
یہ تو کچھ نہ ہوا خیر رات کو سرا میں سو رہا صبح کو اُٹھا تو پہلے سامنے کھپریل پر ایک
چغادری بندر ہی پر نظر پڑی ۔ اور اُسنے وہیں سے شیخ کو گھر کا یہ منہ پھرا کے

بیٹھے ہی تھے کہ اپنی کوٹھری کے سائبان پر دس پانچ دھوپ کھاتے نظر پڑے آپ بہت ہمکرلیے مگر حواس تو اسکے کبھی جاتے نہ تھے تو کوٹھری میں پلٹ کے چارپائی پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا ۔ ہزاروں ترکیبیں ذہن میں آئیں مگر سب بیکار آخر ایک بات سوجھ گئی اور شیخ نے فوراً بھٹیارے کو بلاکے حکم دیا کہ ہمارے لیے جو کھانا پکے وہ دو آدمی کا ہو ۔ بھٹیارے نے تعمیل کی اور جلد جلد کھانا تیار کر دیا جب تک شیخ اندر ہی بیٹھا رہا ۔ کھانا پک کے آیا تو بندر پیچھے پیچھے وہ تو سمجھ ہی گئے تھے آج بڑے میاں کا کھانا دیکھا ہے دعوت کھینچیں گے غرض شیخ ایک طرف سائبان میں کھانا ۔ دیکھ کے بھری کیسا تھا کوٹھری سے باہر ہو گیا ۔ اور آناً فاناً سرا سے نکل کے یہ جا وہ جا ۔ اپنا راستہ لیا ۔ بندر کھانے میں ایسے مصروف ہوئے کہ شیخ کا شکریہ تک نہ ادا کر سکے ۔

تیرھواں باب

چند نکتے اور بس

(اعتبار) شیخ کے گھر کسی نے لکھ بھیجا کہ شیخ کا انتقال ہو گیا بیوی بچاری بہت روئی چوڑیاں ٹھنڈی کر ڈالیں ۔ نتھ بڑھا دی ۔ رنڈسالے کا جوڑا پہنا سب رسوم سے فراغت کے بعد اکبر آباد کو قاصد روانہ کیا یہاں پہونچا تو شیخ کو صحیح و سالم ہٹا کٹا پایا اور سارا ماجرا بیان کیا ۔ شیخ زار و قطار رونے لگا ملا دو پیازہ نے گھبرا کے پوچھا خیر تو ہے آپنے فرمایا بیوی بیوہ ہو گئیں ملا صاحب نے کہا تم زندہ بیٹھے ہو بیوہ کیسے ہوئیں ۔ شیخ نے فرمایا ہوں کیا میں یہ نہیں جانتا مگر یہ آدمی بڑا معتبر ہے ۔

(دلیل قطعی) فیضی نے شیخ سے پوچھا کہ بتائیے تو سہی کہ پہلے انڈا پیدا ہوا یا مرغی شیخ نے ذرا سوچ کے اس مشکل مسئلہ کا چار طرح جواب دیا ۔

(۱) انڈے سے مرغی پہلے پیدا ہوئی اور مرغی سے انڈا ۔

(۲) مرغی سے انڈا ہوا اور انڈے سے مرغی ۔

(۳) انڈا مرغی سے پہلے ہے کیونکہ انڈے سے مرغی نکلتی ہے۔

(۴) مرغی پہلے تھی کیونکہ اُس سے انڈا ہوتا ہے۔

محنت کم فائدہ زیادہ یورپ مین آج جو ہنرمندیان پائی جاتی ہین اور وہان کے دانشمندون کی طباعی نے مشینون کے ذریعہ سے ایک وقت مین دو دو چار چار کام لیے ہین۔ اس اصول سے شیخ بے خبر نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ کھچڑی کی ترکیب ابھی تو ضرور ہے۔ مگر یہ دقت ہے کہ چانول دال ملانا پڑتے ہین اس لئے مین نے سوچا ہے کہ ایسی ترکیب کی جائے کہ کھچڑی ہی کھیت مین پیدا ہو۔ بیوی نے اور شیخ نے چاول اور دال ملا کے تخم ریزی کر دی۔ مگر اتفاق سے اُس سال پانی نہ برسا اور دونون کی خلقت نہ ہوئی۔ ورنہ کامیابی مین کیا شبہ تھا۔

رسم شیخ کے باوا کے وقت کی ایک گھوڑی تھی۔ چونکہ موروثی باپ کی نشانی تھی اسکو بہت پیار سے رکھتے۔ اور دانہ چارہ خود ہی دیتے۔ ایکبار جنگل کو گئے گھاس چھیل کے گٹھا باندھا۔ پہلے گھوڑی پر رکھا اور خود بھی سوار ہونے کو تھے۔ خیال آگیا کہ اسپر بوجھ ہو جائیگا لہذا گٹھا تو اپنے سر پر رکھا آپ گھوڑی پر لد گئے۔ اس طرح بوجھ تقسیم ہو گیا۔ اور گھوڑی کو تکلیف نہ ہوئی۔

قومی جوش شہنشاہ اکبر ایک روز بیربل کو حسب معمول قومی فضیلت کے بارہ مین چھیڑ رہے تھے۔ بیربل نے عرض کیا۔ خداوند ہندوؤن کو ہر طرح اولویت اور فضیلت حاصل ہے جس کی ایک نظیر یہ ہے کہ ہندو کا پہلے اور مسلمان کا بعد نام لیا جاتا ہے یعنی ہندو مسلمان۔ شیخ کسی اور کام مین راجہ ٹوڈرمل کے پاس مصروف تھے۔ یہ آواز جو کان پہونچی دہن سے بول اُٹھے جہان پناہ جیسے جورو۔ مرد۔

(سادگی) علامہ ابوالفضل نے ہنس کے شیخ سے کہا کہ یہ بات آجتک سمجھ مین نہ آئی کہ آخری چہار شنبہ بُدھ ہی کے روز پڑتا ہے۔ شیخ نے کہا آپ اسی کو پوچھتے ہین ہمارے قصبہ مین عشرہ محرم ہمیشہ چاندنی مین آیا کرتا ہے۔

اپنی عزت اپنے ہاتھ | راجہ بھگوانداس والی جیسلمیر کے بیٹے کی منگنی کی رسم میں بڑا جلسہ اکبر آباد میں ہوا۔ منی بائی طوائف کا مجرا ہو رہا تھا۔ کسی حریف کے اشارہ سے اُسنے یہ شعر گایا۔ اور شیخ کی طرف ہاتھ اُٹھا کے بتایا۔

ریش سفید شیخ پہ ہرگز نہ جائیو
اس کی چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

شیخ نے جھپٹ کے ایک طمانچہ اس زور سے رنڈی کے مارا کہ سارا جلسہ درہم برہم ہو گیا

خاموشی اور حفظ لسان | شیخ کبھی بے موقع بات نہ کرتا اور خاموشی کے فوائد سے پورا واقف تھا۔ وہ ایک بار سخت علیل ہوا اور جان پر نوبت آ گئی۔ شہنشاہ اکبر نے اپنے خاص طبیب مہاراج اندرمان ویدانت برہمن کو علاج کیلئے بھیجا شیخ سے حال پوچھا اُسنے مطلق جواب نہ دیا۔ بڑی بحث کے بعد ارشاد ہوا بیمار ہوں مگر نہ بیماری کا حال کہا نہ اُسکے اسباب۔ طبیب نے اپنی اٹکل سے نسخہ لکھدیا اور چلا آیا۔ اسطرح اسکے گھر میں آگ لگی۔ نوکر چاکر باہر تھے۔ شیخ صحن میں ٹہلا کیا سب جل کے خاک ہو گیا مگر اُسنے بیفائدہ بات ناپسند کی۔

جھوٹ کی برداشت نہیں | شیخ کی بستی میں دوسری جگہ سے ایک برات آئی اُس کے دروازے کے سامنے سے نکلی۔ وہ متین تو تھا مگر شوقین بھی۔ لڑکیاں اور خود اُس کی بیوی کوٹھے پر چڑھ گئیں۔ شیخ کا بھی جی چاہا۔ مگر دروازے پر کھڑے ہو کے دیکھنا خلاف تہذیب اور کسر شان سمجھ کے وہ بھی کوٹھے پر پہنچا منظور یہ تھا کہ یہاں بھی کوئی پہچانے نہیں اس لئے لال دوپٹہ اوڑھ کے عورتوں میں مل گیا۔ اور برات دیکھنے لگا۔ [illegible] بشرے سے چہرہ چھپانا بھول گیا۔ ایک شریر لڑکے کی نظر پڑ گئی اُس نے گھبرا کے دوسرے لڑکے سے کہا ارے غضب! ڈاڑھی مونچھوں والی عورت" اور شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ اس جھوٹ اور اتہام پر شیخ کے آگ لگ گئی۔ مگر پھر بھی تہذیب کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور دوپٹہ اُٹھا کے کہا عورت ہوگی آپکی والدہ ہوگی ہم تو مرد ہیں۔

دور اندیشی | میرزا شاہ نواز بیگ قاقشال جب اکبر کی طرف سے ابراہیم عادل شاہ کے پاس سفارت پر گیا۔ ابراہیم نے اکبر اعظم کے لئے بہت سے تحفے دیئے اُس میں

تمباکو کا بھی ایک ڈبہ تھا۔ یہ نئی چیز جب دربار اکبری میں پہونچی اُس پر بڑے مباحثے ہوئے۔ آخر خاص طبیب شاہی شفاء الملک کے امتحان اور مشورے کے بعد تمباکو حقے میں بھرا گیا اور سرِ دربار اکبر کے سامنے پیش ہوا۔ شیخ نے اسکے پینے سے بے محابا اختلاف کیا۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ علم سے جس طرح دھواں کھچکے منہ میں پہونچتا ہے۔ اگر کوئی چنگاری پیٹ میں اتر جائے تو غضب ہی ہو جائے۔

فن تعمیر کا کمال نواب بیرم خان نے مسجد بنوائی۔ جب اُسکے مینار اونچے ہونے لگے۔ شیخ نے رائے دی کہ اس طرح مینار ٹیڑھے بننے کا احتمال ہے پہلے دو گہرے کنوؤں میں اینٹ چونا خوب بھر دیا جائے۔ جب سوکھ جائے مینار بنے بنائے نکل آئیں گے۔ وہی کھڑے کر دیئے جائیں۔

تمیز مذوقات حکیم افلاطوس یونانی کا قصہ شیخ کے سامنے اللہ وردی خان نے بیان کیا کہ ایک سو کئی ادویہ کی مرکب معجون کو اُسنے چکھ کے سب دواؤں کے نام بتا دیئے تھے۔ شیخ نے ہنس کے فرمایا یہ کونسی بڑی بات ہے ہم ہمیشہ باجرے کا ملیدہ اور بیسن کی کڑھی کھا کے بتا دیا کرتے ہیں کہ ایک میں گڑ ملا ہوا ہے دوسرے میں نمک مرچ۔ ہلدی پیاز۔ اور میتھی کا بگھار بھی ہے بغیر چکھے وہ حکیم بتا دیتا تو ایک بات بھی تھی۔

بشپ اینڈریو سے انگریزی سیکھی اکبر کے دربار میں پرتگیزوں کا سفیر رہتا ہی تھا اسکی وساطت سے انگلستان سے لاٹ پادری بشپ اینڈریو کو بھی حضوری حاصل ہوئی۔ یہ بڑے لائق اور ملنسار تھے فیضی نے اُسی سے انگریزی زبان سیکھی چونکہ شیخ اکثر فیضی کے یہاں جایا کرتا تھا فیضی کو انگریزی پڑھتے دیکھ کے آپ کو بھی شوق چرایا مگر عذر یہ کہ شادی کا ننگ کون گوارا کرے۔ شیخ کی ذہانت مسلمہ ہے۔ اُس نے فیضی کے سبق سننا شروع کیے اور آپ سے اُن میں جوڑ لگا کے انگریزی الفاظ یاد کر لیے۔ یہ مشہور شعر؎

اے ناصحو تو ڈنٹ ڈسٹرب سبحانک لا الہ یا ہو

فیضی کے نام سے مشہور ہے مگر تذکروں سے ثابت ہے کہ شیخ نے اپنی انگریزی دانی کے اظہار میں کہا تھا۔

انگریزی سفیر کو زک | ریونڈ شیودی پرتگیز دن کا سفیر نہایت متکبر تھا مگر اکبر کے جبروت کے سامنے اسکی نخوت کیا چل سکتی تھی - تاہم اہل دربار اُسکی رعونت کے چرچے کیا کرتے تھے - نواب بیرم خان نے ایک دن شیخ کو اشارہ کر دیا کہ آج اس نصرانی کی آپ خبر لیجئے - یہ بہت بڑھ چلا ہے - فوراً ہی اسکے خیال مین ایک بات آگئی اور آپ مستعد ہوگئے - آج ریونڈ جسوقت دربار پہونچا شیخ نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور کسی حیلے سے سفیر صاحب کی کرسی کے پیچھے کھڑے ہوگئے - وہ آداب گاہ مین پہونچکے مجرا اور ڈنڈوت بجالایا - اور ادب سے پچھلے پاؤن ہٹتا ہوا اپنی کرسی کے قریب پہونچا - بیٹھنے کے لیئے جھکا کہ شیخ نے پیچھے سے کرسی گھسیٹ لی اور سفیر صاحب انٹا چت -

موسیو بارلو و مینو فرانسیسی سے یارانہ | شیخ کو تمام دربار مین موسیو بارلو و مینو ایک فرانسیسی ملک التجار سے نہایت تعلق اور محبت تھی بارلو بڑا ظریف تھا اور شیخ کی ظرافت کو اس سے زیادہ کوئی نہین پسند کرتا تھا - اور بڑی وجہ شیخ کو اُسکے ساتھ یارانہ کی یہ تھی کہ وہ فرانس کے سنگھاڑے - اور کمرکین ہمیشہ شیخ کو کھلایا کرتا تھا مگر شیخ نے اپنے یار کو بھی نہ چھوڑا اور ایک دن بھرے دربار مین اسکی بری گت بنائی واقعہ یہ ہے کہ موسیو بارلو اکبر کے لیئے فرانس کی بنی ہوئی سنہری لیس کیمخل کا مربہ - انڈرسے کی گولیان - لونگ چڑے کباب اور مرٹے گدگدے - تحفہ مین لایا تھا - اکبر اعظم جسقدر عظیم الشان شہنشاہ تھا اتنا عظیم الاخلاق عمیم الاحسان بھی تھا - اُسنے سب چیزین بکشادہ پیشانی قبول کین - اور مربے کی ایک ایک قاش تھوڑے تھوڑے گدگدے درباریون کو تقسیم کیئے - شیخ بھی اپنا حصہ لے کے وہین نوش جان کرنے لگے موسیو بارلو نے چپکے سے کہا مردخدا ہم کو بھی دو - شیخ نے مربے کی قاش اُسکی طرف بڑھائی اُسکے ہاتھ رکے ہوئے تھے - کہا منہ مین دیدو - شیخ اُسکے منہ کے پاس لیگیا اُسنے منہ پھیلایا کہ شیخ نے جھپ سے اپنے منہ مین قاش رکھ لی -

دفع ضرر کی تدبیر | شیخ کی چارپائی مین بکثرت کھٹمل پیدا ہوگئے گرم پانی کی معمولی ترکیب پر اس کی طبیعت نہ لگی - نہ کچھ مفید

سمجھی مگر کھٹمل ہین کہ سارا خون چوسے لیتے ہین ۔ شیخ نے ایک دن خدا
غور کیا ۔ اور ایک ترکیب سمجھ مین آگئی ۔ چار تولہ سنکھیا خرید لایا اور
باریک پیس کے سوتے وقت تمام جسم مین اُس کا اُبٹن مل لیا ۔
اب کیا تھا ۔

بدلا شیخ مبارک کے مرنے پر فیضی اور ابوالفضل نے حسب آئین اکبری بھنڈار کیا
اور داڑھی مونچھین منڈوا ڈالین ۔ دونون بھائیون کا تقرب دیکھ کر اکبر اعظم
کی مرضی سے اہل دربار کو بھی داڑھی مونچھ منڈانی پڑی ۔ شیخ بھی انھین شریک
تھے ۔ مولانا عبدالقادر بدایونی ۔ اور صدر جہان علمانے البتہ مطلق انکار کیا ۔
خیر بات گئی گذری ہوئی ۔ مگر شیخ کو اسکا خیال ضرور رہا ۔ سال بھر کے بعد شیخ
کی گائے مر گئی ۔ اور آپ نے اپنی داڑھی مونچھ کا صفایا کیا سو کیا ہی
فیضی اور ابوالفضل کے سر ہوگئے کہ ہم نے تمھارے باپ کے سوگ مین
بھنڈار کیا تھا ۔ تم ہماری گئو ماتا کا بھنڈار کیون نہین کرتے ۔ ہر چند
دونو بھائیون نے فلسفہ بگھارا اور حکمت کے سارے نیرنگون کے
بیسون دلیلین کین ۔ مگر پیر ضعیف (?) نے ایک نہ مانی ۔ آخر اکبر تک یہ قصہ
پہونچا ۔ اور راجہ بیربل اور دیوان ٹوڈرمل مہاراجہ مان سنگھ کچھواہہ نے تائید کی
دونون بھائیون کو داڑھی مونچھین گئو ماتا کے بھنڈار مین بھینٹ چڑھانا
پڑین تب جا کے شیخ نے دم لیا ۔

دروغ مصلحت آمیز شاہزادہ سلیم (جہانگیر) اکبر سے باغی ہوگیا ۔ مریم مکانی
(اکبر کی ماں) الہ آباد گئین کہ لاڈلے پوتے کو منا لائین ۔ وہ خبر پاتے ہی کشتی کے
نواڑے مین بیٹھ کے بنگالہ چلدیا ۔ مریم مکانی کو سخت رنج ہوا ۔ اکبر کابل کی مہم پر
حکیم مرزا کے مقابلہ مین جنت آرا (?) تھا ۔ اس خبر کو سنتے ہی بیچین ہوگیا ۔ ارکان
دولت نے تدبیرین کے باد ہوائی کبوتر اڑا دیے ۔ مگر ایک نے بھی چھتری پر
بیٹھنے نہ دیئے ۔ سب مہمل ۔ شیخ بھی ہمراہ رکاب تھے ۔ بادشاہ کو زیادہ متردد
پا کے آپ نے بیڑا اٹھایا ۔ کہ مین شہزادے کو لے آؤنگا ۔ اکبر نے کچھ
سوار ساتھ کیئے اور شیخ جی روانہ ہوے ۔ شہزادہ سلیم قلعہ بہار مین مقیم تھا ۔ یہ پہونچ گئے

اور جاتے ہی مژدہ سنایا کہ اکبر اعظم حکیم مرزا کے مقابلہ مین مارا گیا۔ چلئے تخت سلطنت آپ کے لیئے خالی ہے۔ شہزادہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور یلغار کر کے آگرہ پہونچا اُدھر سے اکبر بھی حکیم مرزا کی مہم فیصل کر کے آگرہ مین پہونچگیا تھا۔ اس تدبیر سے باپ بیٹون مین ملاپ ہوگیا۔ اور شیخ کو بڑا انعام عطا ہوا۔

شیطان پورہ اکبر نے آگرہ مین کسبیون کے محلہ کا نام شیطان پورہ رکھا تھا۔ شیخ لہری بندے تھے۔ اُدھر بھی کبھی کبھی ہو نکلتے اکثر سے یاد اللہ بھی ہوگئی تھی۔ لینے دینے کا سبق آپنے نہین پڑھا تھا۔ جہان جاتے نایکہ ٹرٹراتی۔ یہ سنتے اور چل دیتے۔ ایکدن تیلی بائی کے کمرے پر پہونچے۔ پان کھائے۔ الائچیان چکھ رہے تھے کہ نایکہ کو زینہ پر چڑھتے دیکھا۔ ادھر سے یہ اُترے بیچ مین ٹکر ہوئی۔ نایکہ لڑھکتی پڑھکتی نیچے آرہی اور شیخ نے بھر منہ پیک اُسکے اوپر تھوک کے خود ہی غل مچا دیا۔ نایکہ جی گر گئین۔ سر پھوٹ گیا۔ تیلی بائی دوڑی دیکھا تو سر لہولہان حالانکہ وہ حضرت شیخ کے اوگال کا رنگ تھا۔

(مخبری) اسی شیطان پورہ مین ایکبار شیخ جی راجہ بیربل کو جھٹری دیکے لے آئے راجہ جی مہاتما گنوان پنڈت ہی نہ تھے۔ بلکہ شوقین مزاج بھی تھے۔ راجہ جی تو دلوی کی پوجا مین لگے۔ ادھر شیخ بھاگے اور جاتے ہی اکبر سے خبر دی۔ اکبر نے بلاکے بڑی گت بنائی۔ اور بیربل کی بڑی فضیحتی ہوئی۔

زنانہ بازار اکبر کی ہزارون ایجادون مین زنانہ بازار بھی تھا۔ امرا شرفا کی عورتین بیٹیان۔ اس بازار مین جمع ہوتین۔ دکانین لگاتین۔ شاہی بیگمات خان وخواتین کی مستورات سودے کرتین خریدارنتین۔ بیربل خلوت کا یار تھا۔ اکبر اُسے چرا چھپا کے جانے دیتا۔ شیخ کو خبر لگی رشک ہوا۔ اور غصہ بھی آیا ہم نہ جائین بیربل جائے۔ دربار مین گئے تو رو رہے تھے ہوئے دو ہتڑ سے بیٹھے مین اکبر نے پہلے خیال بھی نہ کیا جب ذرا غور سے حضرت شیخ کی طرف دیکھا تو سمجھ گیا آج کچھ دال مین کالا ہے۔ پاس بلایا اُٹھے مگر کچھ بڑبڑاتے ہوئے۔ حال پوچھا تو ارشاد ہوا۔ بیربل تو زنانے اور ہم مردانے۔

عجوبۂ اشراف سے ڈرد اد هرم پورہ مین اکبر کی طرف سے ہندوؤن کے سیئے

سدا برت جاری تھا۔ برہمن۔ دیوتا۔ رسوئی پرستے۔ اور وارد و صادر غریب غربا۔ ہندو۔ جیمتے دعائین دیتے۔ شیخ ایک دن ادھر سے نکلے بھوکے تھے دیکھا پنگھٹ جمی ہے اور پتلیان خالی ہو رہی ہین۔ مانگ کے کھائین شان کے خلاف۔ گاے کا ہڈا پڑا تھا اُٹھا کے پنگھٹ مین پھینکدیا رام رام کرکے ہندو اُٹھ کھڑے ہوے آپنے ہتے مارے چکھ چکھا کے چلتے بنے۔

(لطیفہ) اکبر نے امرار دربار کو چیلہ بنانا شروع کیا۔ بڑے بڑے گیانی پنڈت اور علمائے دین بھی اُسکے مرید ہوے۔ ڈنڈوت۔ سجدہ آفتاب کی پوجا۔ سب کے لئے شرط تھی۔ سجدہ کیا۔ اسکی جگہ بادشاہ کی تصویر دی جاتی تھی۔ شیخ اگرچہ ایسی تقلید کی باتون سے کوسون بھاگتے تھے مگر فیضی کا منتر چل گیا اور یہ بھی مونڈے گئے تصویر عنایت ہوئی گھر مین رکھین توجہ رکھجائین کھو جاے کہ قبا مین سلانے ٹانک لی اور جسوقت جی چاہا درشن کر لیے ع

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(لطیفہ) بادشاہ نے حکم دیا کہ بارہ مہینون کی خصوصیات قلمبند ہون۔ اور آئین مین داخل کیجائین۔ حکیم ہمام۔ میر فتح اللہ شیرازی۔ ابوالفضل۔ فیضی راجہ ٹوڈرمل سب نے مل کے ہر مہینہ کا ذبیح قائم کرکے اُسکے خواص معین کیے۔ محرم مین جاندار کو نہ ستاؤ۔ صفر بندے آزاد کرو۔ اسی طرح جمادی الثانی کو قرار دیا یا چمڑا کام مین نہ لاؤ۔ جب بادشاہ کے سامنے تعینات سنائے گئے۔ شیخ بھی چلا اُٹھے۔ جہان پناہ کیا جینا مرا دونو۔

(اپنی اپنی پسند) اکبر نے امرا کو کام تقسیم کیے۔ مثلاً عبدالرحیم خان خانان گھوڑونکی نگہداشت۔ راجہ ٹوڈرمل۔ ہاتھی اور غلہ۔ شریف خان۔ بھیڑ بکری۔ ابوالفضل پشمینہ۔ غرض اسیطرح سب کے کام تھے۔ شیخ نے اپنی درخواست سے جلانی لکڑین گننے کا کام اپنے ذمہ لیا اور پورا کیا۔

(اللہ رے اطمینان) بدگمان لوگ اُسے بزدلی سے تعبیر کرینگے۔ مگر ایسے بیوجہ شبہے نہین کرتے واقعہ یہ ہے۔ خان زمان علی قلی خان اور اُس کا بھائی بہادر

دونوں بادشاہ سے باغی ہوگئے۔ لڑائیاں ہوئیں دن بڑے۔ اور وہ قابو
میں نہ آسے۔ آخر جنگ میں اکبر خود معرکہ میں موجود تھا۔ گڑھ مانک پور پر میدان
داری تھی۔ پہلے تو توپ بندوق چلتے رہے۔ تب اکبر کے ہاتھی کے پیچھے شیخ بھی
ڈٹے تھے۔ آخر دست بدست کی نوبت آئی۔ اور جنگ مغلوبہ ہونے لگی۔
ایک کو دوسرے کی خبر نہیں ہلڑ مچ گیا جب ہیرانند ہاتھی نے علی قلی خان کو
چیر کے پھینکدیا۔ اور بہادر خان کو شہباز خان نے گرفتار کر لیا۔ لڑائی تھم گئی
میدان صاف ہوگیا۔ سردار اور خود بادشاہ اپنی اپنی جگہ پر پہونچے مگر شیخ کا
پتہ نہیں۔ نہ زندوں۔ مردوں سب میں تلاش ہوئی۔ ہوں تو ملیں۔ شام کو
گولنداز نے توپ صاف کرنا چاہی۔ سمجھا ڈالتا ہے تو آگے نہیں بڑھتا۔ اُسنے
کھینچ لیا۔ ساتھ ہی شیخ جی آنکھیں ملتے نکل آسے۔ بادشاہ کے سامنے حاضر
کیے گئے۔ حال پوچھا عرض کیا جب دست بدست لڑائی شروع ہوگئی مجھپر نیند نے
بیحد غلبہ کیا۔ کہیں جگہ نہ ملی۔ بادل گرج توپ میں سو رہا۔

(بائیسکل) آج ہر شہر میں بائیسکلوں کی کثرت ہے اسکی ایجاد کا بھی فخر شیخ
چلی کو حاصل ہے۔ آگرہ میں وہ اکثر ایک بانس پر سوار ہوکے پھرا کرتا تھا اور نہایت
تیز جاتا تھا۔ بسنبا نمرلوڈ نے اس سواری کو بہت پسند کیا اور یورپ میں جاکے
اس کی شہرت دی۔ مدت تک یہی سواری وہاں مستعمل رہی مگر قاعدہ ہے کہ
ہر ایجاد میں زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اصلاحیں ہوتی رہتی ہیں۔ رفتہ رفتہ بانس
کی ہیئت کذائی یہ قرار پائی جو آج بائیسکلوں میں دیکھتے ہو۔ اسمیں اُسمیں
تھوڑا سا فرق ہے۔

(تثلیث کی تردید) پادری فرنیتون نے جب دربار اکبری ثالث ثلٰثہ پر دلیلیں قائم
کیں۔ تمام علما، حکما، دنگ ہوگئے کسی کو جواب نہ سوجھا شیخ جی آستین
چڑھا کے سامنے آسے فرمایا ایک تین نہیں۔ نہ تین ایک۔ ہم اور تم اور یہ
(نصفی کی طرف اشارہ کیا) تین ہیں اور تین ہی رہینگے ایک ہو نہیں سکتے۔ اسیطرح
تم اکیلے ایک ہو ہم دونوں ایک ہو گئے تم نہیں بن سکتے۔ بات معقول تھی پادری ساکت اور بند ہوگیا
(دو پیسہ نہ جاسے) ملادو پیازہ جب پہلی بار شیخ کو دربار میں لے گئے تو پانچ اشرفیان

انکو دین کہ بادشاہ کو نذر دکھا نا۔ آپنے نذر پیش کی۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا کہ نذر لے
شیخ پیچھے ہٹا۔ اور کہا ارے کہاں؟ غضب اشرفیاں ہے ہی مرا تھا۔

(خاتمہ) تمام زمانہ مین شیخ کی نمود ہو رہی ہے کوئی ملک ایسا نہین جہان شیخ چلی کا نام نہ لیا جاتا ہو جب کوئی فوق العادت کام کسی شخص کے ذہن مین آتا ہے اور اہل روزگار اسکے نتائج پر غور نہین کرتے تو بادی النظر مین اس کام کو مشکل سمجھتے ہین اور کہتے ہین "یہ تو شیخ چلی کے منصوبے ہین" اس سے ثابت ہی کہ شیخ کی تقلید ہمیشہ عقلائے روزگار کرتے آئے ہین۔ اور آج بھی دنیا کے دانشمند اسکی پیروی اپنا فخر سمجھتے ہین اور ایسے ایسے منصوبے باندھا کرتے ہین جنکی بنیاد وہ عقلمند رکھ گیا تھا اُس کے نقش قدم پر چلنے والے نہ صرف ایشیا مین بلکہ یورپ مین ہزارون لاکھون آدمی موجود ہین جنمین ممبران پارلیمنٹ سے لیکر راہ چلتے مزدور بھی اسکی پیروی اپنا فخر جانتے ہین۔ ایشیا اور خصوصاً ہندوستان مین اُسکے کمالات خیالات کی بہت زیادہ داد دیجاتی ہی۔ اور قدر کی جاتی ہی۔ درحقیقت ان لوگون کے لیے اُس نے جو راستے کھول دیئے اور جو نقش قدم چھوڑ گیا ہے اسکی تعریف نہین ہو سکتی عقلمندی اور حماقت کے بیچ مین جو عمیق سمندر واقع تھا۔ اسی بابت شیخ نے اُسے کشکول ڈالا اور دونون کو اسطرح باہم آمیز کر دیا جس سے اُس کی تمیز محال ہے۔ کہ "آیا شیخ چلی عقلمند تھا یا احمق"

قطعہ تاریخ از مصنف

ہیچ ہین قہقہے جو شوخیان ہین ہر طرف
ہے جو ہر شوخی فی المثل فرخندگی

سال تاریخش جو ہاتف غیبی بگفت
شیخ چلی آ گئے دنیا مین با سنجیدگی

۱۳۱۹ ہجری

قابل دید ناول

سبیلا خون غدر ۱۸۵۷ء کی ہولناک داستان کمپنی اور اہل ہند کی کشمکش ارکان کمپنی کے جدید قوانین جنمین سے بعض ہندوستانیون کے جذبات کے مخالف تھے۔ اور جنکے باعث ہندوستانی فوج مین ہیجان پیدا ہوگیا میکر نامی فرانسیسی عیار کا انگریز بن کر انگریزی فوج مین داخل ہونا اور موقع پاکر انگریزون سے برسر جنگ ہونا۔ دیگر ہندوستانی رؤسا کا نانک کی حمایت مین لڑنا۔ باقر خان سٹلر کا خفیہ سکریٹری پر تقرر اور اس کی حیرت انگیز عیاریان میکر کی چالبازیان خفیہ اور باغیون کے جوڑ توڑ فتح و شکست کے عجیب و غریب کارنامے مسٹر گارڈن کی لڑکی ہیلنا اور میکر کے عشق کی داستان۔ ہیلنا کا قتل اور عبدل نامی باغی کی عیاری خفیہ پولیس کا قتل۔ باقر خان کی گرفتاری اور فراری باغیون کا قلع قمع۔ قیمت ۸؍

اختر النساء ایک جدید الطبع دلچسپ اصلاحی فسانہ ہے جسمین ایک جاہل بدمزاج ساس کے ظالمانہ اور نیک دل تعلیم یافتہ بہو کی بردباری اور تحمل کا نقشہ کھینچا گیا ہے آخر کار نیک نہاد بہو نے اپنے اخلاق کے زور سے ساس کے دل کو تسخیر کر لیا۔ عورتون کے لئے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہے اسکو پڑھ کر بہت سی خانگی گتھیان سلجھ جائینگی۔ ساس اور بہو دونون کے لئے اس مین مطلب کی باتین ہین اپنے رنگ مین نادر اور نایاب کتاب ہے۔ کتاب کی زبان لکھنؤ کی اور دہلی کی ٹکسالی زبان ہے زنانہ محاورات نے کتاب کو اور بھی چمکا دیا ہے۔ قیمت صرف ۴؍

روح لیلیٰ یہ کتاب مشہور فسانہ نویس میری کوریلی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس مین روحانی مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے ایک شخص مسمریزم کی قوت سے ایک مردہ لڑکی کی روح کو محبوس کر لیتا ہے اور اسکے جسم کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے اور اسکے ذریعہ بہت سی علمی رازون کے انکشاف کا کام لیتا ہے۔ وقتاً فوقتاً اسے زندہ کرتا ہے یہ ایک نہایت ہی عجیب غریب قصہ ہے یہ صرف قصہ ہی نہیں ہے اسکے ذریعہ بہت سی روحانی گتھیان سلجھائی ہین تفریح طبع کے علاوہ ناظرین کی معلومات مین بھی اضافہ ہوگا۔ صفحات .. قیمت ۔

صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

قابل دید ناول

عروس مصر

جرجی زیدان اڈیٹر الہلال مصر کے ایک معرکۃ الآرا ناول کا ترجمہ ہے سید ظہور احمد ندوی کے قلم سے بہت ہی دلچسپ قصہ ہے زبان قابل قدر ہے انداز بیان دلفریب اس ناول میں صدہا تاریخی واقعات کو روشنی میں لایا گیا ہے۔ مصر کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات۔ رسم و رواج اور سیاسی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے حسن کی کشش اور جذبات محبت کے ہو بہو فوٹو کھینچے گئے ہیں قیمت ۱۲؍ رعایتی ۸؍

عبد الرحمٰن ناصر

خلیفہ عبد الرحمن ناصر کے زمانے کے واقعات اس کا طرز حکمرانی اُس زمانے کے علماء کا رویہ ارکان سلطنت کے سیاسی جوڑ توڑ خلیفہ کی منظور نظر زہرا کے حالات اور زہرا کے عاشق صادق سعید کی سعی لاحاصل اور اس کا خاتمہ عابدہ نامی ایک تعلیم یافتہ خاتون کا کمال سعید اور عابدہ کے کیرکٹر اس کتاب کی جان ہیں۔ ان دونوں کی مزے دار کہانی بے حد دلچسپ ہے کہ کتاب کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا جرجی زیدان کی اسی نام کی کتاب کا ترجمہ ہے اور سعید ظہور احمد صاحب ندوی نے بڑی خوبی سے اس کا ترجمہ کیا ہے بلحاظ زبان بھی قابل قدر ہے آجتک جتنے ناول آپنے دیکھے ہوں گے اُن سے اسے اچھا پائینگے۔ قیمت ۱۲؍ رعایتی ایکروپیہ (۱/۴)

ملنے کا پتہ

صدیق بک ڈپو امین آباد لکھنؤ